سورۂ تکویر کی تفصیلی اور تحقیقی تفسیر جس کے مطالعہ کے بعد قیامت کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے، اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دائمی زندگی ایک حقیقت بن کر نظر کی راہ سے دل میں اتر جاتی ہے۔

جب ستارے ٹوٹ جائیں گے

صاحبزادہ قاری عبدالباسط (جدّہ)

دارالعلوم سبیل السلام۔ حیدرآباد۔ الہند

جب ستارے ٹوٹ جائیں گے

سورۂ تکویر کی تفصیلی اور تحقیقی تفسیر جس کے مطالعہ کے بعد
قیامت کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور دنیا کی بے ثباتی
اور آخرت کی دائمی زندگی ایک حقیقت بن کر نظر کی راہ سے دل میں اتر جاتی ہے

از

صاحبزادہ مولانا قاری عبدالباسط (جدہ)

ناشر

دارالاشاعت سبیل السلام سبیل نگر بالاپور، بارکس حیدرآباد (الہند)

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : جب ستارے ٹوٹ جائیں گے۔
مؤلف : صاحبزادہ مولانا قاری عبدالباسط (جدؔ)
کتابت : مولانا محمد عرفان عالم قاسمی
سرورق : غوث محمد
طبع اول : رجب ۱۴۱۳ھ م جنوری ۱۹۹۳ء
قیمت :

ناشر :

دارالاشاعت سبیل السلام سبیل نگر، بالاپور، عقب صلالہ، بارکس، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۵

DARUL-ULOOM SABEERLUSSALAM, SABEELNAGAR,
BALAPUR, BARKAS, HYDERABAD - 500 005 (INDIA) Ph: 239450

کتاب ملنے کے پتے

- حلقۂ دروسِ قرآن وحدیث، مسجد الشعیبی (جدؔ)
- ندوۃ الجنسی ارم کالج، اعظم پورہ، حیدرآباد۔
- ہندوستان پیپر امپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد۔
- اسٹوڈنٹس بک ہاؤس چارمینار، حیدرآباد۔
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد۔

فہرست

مضامین	صفحہ
انتساب : مؤلف	۴
پیش لفظ : مولانا محمد رضوان القاسمی	۵
حرفے چند : مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹
ابتدائیہ : مؤلف	۱۳
سورۂ تکویر مع ترجمہ ایک نظر میں	۱۶
سورت کا خلاصہ	۱۹
گذشتہ سورتوں سے ربط	۲۰
سورۂ تکویر کی اہمیت	۲۱
قیامت ۔ سورۂ تکویر کا مرکزی مضمو	۲۲
قیامت کی ہولناکی	۲۳
یوم قیامت کی درازی	۲۴
جب رشتہ وحکومت کچھ کام نہ آئے گا۔	۲۵
صرف خدا کی بادشاہت کا دن	۲۶
اخلاص ۔ قبول اعمال کی اساس	۲۸
سب سے پہلی پوچھ	۳۱
انسان کی عجز و ناچاری	۳۳
جب نیکیوں کے پہاڑ غبار بن جائیں گے	۳۵
مفلس کون ہے ؟	۳۶
حقوق الناس کی اہمیت	۴۰
زکوٰۃ نہ دینے والوں کی حالت	۴۱
چوروں کی رسوائی	۴۳
خدا کے سایۂ خاص میں	۴۵
قرآن ۔ سحابِ رحمت کی صورت میں	۴۶
سورج کا لپٹا جانا	۴۸

مضامین	صفحہ
ستاروں کا ٹوٹنا	۴۹
پہاڑوں کا چلایا جانا	۵۰
اونٹنیوں اور جنگلی جانوروں پر قیامت کا اثر	۵۱
سمندروں میں طغیانی	۵۳
انسانی جوڑے	۵۳
زندہ درگور کی جانیوالی لڑکیاں	۵۴
اعمال ناموں کی تقسیم	۵۸
آسمان کا پردہ ہٹ جائے گا	۵۸
دوزخ کا فورانِ غضب	۵۹
بہشت کی قربت	۵۹
محاسبۂ اعمال	۶۱
خنس سے کیا مراد ہے ؟	۶۲
حضرت خنساء کا جذبۂ ایثار	۶۳
ستارے منحوس و مسعود نہیں	۶۷
مخلوق سے نفع و نقصان کی امید	۶۸
روز و شب کے تغیر میں سامانِ عبرت ہے	۶۹
رسول کریم سے مراد ؟	۷۰
ثم کے معنی	۷۱
کفار مکہ کے ایک الزام کی تردید	۷۲
حضورؐ کو حضرت جبرئیلؑ کا دیدار	۷۳
حضورؐ اور علم غیب	۷۴
پھر تم کہاں جارہے ہو ؟	۷۷
استقامت	۷۸

انتساب

اپنے والدین (حفظھما اللہ وبارك اللہ فی عمرھما وفی صحتھما) کے نام جن کی اسلامی وروحانی تربیت کی بدولت قرآن وسنت سے میرا ربط پیدا ہوا۔ اور بچپن ہی سے دل قرآن وسنت کی طرف مائل ہوا۔

فجزاھما اللہ عنّی خیر الجزاء ——————

عبدالباسط

پیش لفظ

ایمانیات اور قرآن مجید کی تمام تعلیمات کا خلاصہ دو باتیں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا عقیدہ، دوسرے اعمال پر جزا و سزا کے ترتب اور آخرت کے قائم ہونے کا یقین۔ انہیں دو بنیادی عقیدوں کی تلقین اور تبلیغ کے لئے انبیاء اور رُسل ہر دور، ہر زمانہ اور ہر علاقے میں آتے رہے ہیں اور آسمانی کتابوں کا نزول بھی ہوتا رہا ہے۔ نیک و بد اعمال کا تصور بھی اسی پر مبنی ہے۔ اگر خدا کی خوشنودی کی طلب نہ ہو، حُسنِ آخرت کی آرزو اور سوءِ آخرت کا خوف نہ ہو تو اعمال میں صالح اور غیر صالح کا امتیاز بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا۔ دَراصل یہ احساس ہی ہے جو ایک انسان کو خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرف لاتا اور بداعمالی اور بدکرداری سے اسے روک کر اس کی زندگی کو صلاح و تقویٰ کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ غور کی نظر سے دیکھا جائے تو نفسیاتی اثر کے لحاظ سے ایمانیات کا مجموعہ (خاص طور پر مذکورہ بالا دو اساسی عقیدے) انسان کو وہ سب کچھ دے دیتا ہے جس کی ایک صالح اور نمو پذیر معاشرہ کو ضرورت ہوتی ہے، کلّی اور عمومی حیثیت سے اس کی تعبیر اس طرح کی جاسکتی ہے:۔

(۱) قلب کی اصلاح ہوتی ہے جو باطنی محرکات کا سرچشمہ ہے۔

(۲) ذہن اور زاویۂ نگاہ میں تبدیلی ہوتی ہے۔

(۳) اعلیٰ درجہ کی قوتِ ارادی پیدا ہوتا ہے۔

(۴) خیالات پر قابو رکھنے، قوتِ فیصلہ۔۔۔۔ کو مضبوط بنانے اور حرکات و سکنات میں شائستگی پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

(۵) زندگی کے ہر میدان میں سمجھ بوجھ کر قدم اٹھانے اور فکر و عمل کے ہر گوشہ میں حزم و احتیاط سے کام لینے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے جسے قرآن حکیم نے "تقویٰ" کے جامع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

(۶) ایسی سیرت پیدا ہوتی ہے جو زندگی پر چھا کر اس کی پوری دنیا بدل دیتی ہے ——— (۷) جلوت و خلوت ہر موقع پر انسان کی امانت و دیانت اور عدالت و شرافت کی محافظ ہوتی ہے۔

ایک طرف یہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اور دوسری طرف تمام ان باتوں سے اجتناب ہوتا رہتا ہے جو اندرونی سرچشمہ کو گدلا کر کے بالآخر تمدن کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں۔ مثلاً جمود و تعطّل، غفلت و فساد، جہالت و حماقت، ہوسناکی و شہوت پرستی، حرص و طمع، فحش و بدکاری، ناشائستہ و غیر مہذب حرکات، جاہلانہ و سوقیانہ اطوار اور خلقِ خدا کی ایذا رسانی وغیرہ۔

مطالعہ و تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ قریب قریب تمام مذاہب میں وجود باری اور قیام آخرت کا عقیدہ کسی نہ کسی درجہ اور کسی نہ کسی حیثیت سے موجود ہے۔ تاہم اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ مذہب اسلام نے جس کاملیت، جامعیت اور قوت کے ساتھ وجودِ باری، توحیدِ الٰہی اور وقوعِ قیامت و آخرت کے عقیدے کو پیش کیا ہے، اس کی نظیر دوسرے مذاہب اور ادیان میں نہیں ملتی۔

اسلام کی بنیادی کتاب "قرآن مجید" اور اس کے حامل اور اوّلین شارح ومفسّر نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ان دونوں عقیدوں کے بارے میں جو حقائق وتفصیلات موجود ہیں، وہ دِل اور دماغ دونوں کو مطمئن کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ جہاں تک تعلق قرآن اور موضوعِ آخرت کا ہے تو قرآن کا ایک قاری قرآن کے اس خاص اسلوب سے واقف ہے کہ قرآن مختلف موضوعات پر رہبری کرتا ہے اپنے مخاطب کو توجہ دلاتا ہے اور آخر میں آخرت کی تذکیر بھی کر جاتا ہے کہ یہی اس کے لئے عمل کا اصل محرک بن سکتا ہے۔ پھر اس نے اس کی ہولناکیوں اور حساب وکتاب کے بعد جزاؤں اور سزاؤں کے مناظر کی بڑی مؤثر نقشہ کشی کی ہے۔ اسی نسبت سے "قیامت" کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ یَوْمٌ عَظِیْم (بڑا دن) یَوْمٌ عَسِیْر (مشکل دن) ..... خافضہ (ذلت کا دن) رافعہ (عزت کا دِن) یَوْمُ الدِّیْن (جزاء کا دن) یَوْمُ الخروج (مُردوں کے قبروں سے نکلنے کا دن) یَوْمُ البعث (دوبارہ زندہ ہونے کا دن) یَوْمُ القیامۃ (مُردوں کے اُٹھ کھڑے ہونے کا دن) یَوْمُ التَّلاق (باہم ملنے کا دن) یَوْمُ التَّناد (چیخ پکار کا دِن) یَوْمُ التَّغابُن (ہار جیت کا دن) وغیرہ۔

اسی طرح قیامت قائم ہونے کے وقت کائنات کس طرح درہم برہم ہوگی؟ اس کا بھی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض سورتیں مستقل انہیں مضامین پر مشتمل ہیں۔

انہیں سورتوں میں ایک سورۃ "تکویر" ہے، جس میں بڑے

مؤثر انداز میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے اور قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر آیا ہے۔

میرے گرامی قدر دوست ہیں جناب مولانا قاری صاحبزادہ عبدالباسط صاحب جو جدہ میں قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں اور اہلِ ذوق کی ایک بڑی تعداد اس میں شریک اور اس سے مستفید ہوتی ہے۔ مولٰنا موصوف نے مذکورہ سورت کا تفصیلی درس دیا ہے جس کے ذیل میں قیامت سے متعلق آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کا مستند ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد کی سعادت و خوش بختی ہے کہ وہ اس کو شائع کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مفید بنائے اور مؤلف کے قلم سے اور بھی علمی جواہر ریزے لوگوں کو ملتے رہیں ——— وباللہ التوفیق

محمد رضوان القاسمی

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ
ناظم دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد

بسم اللہ سبحانہ تعالیٰ

حرفِ چند

دو سال ہوئے، غالباً شعبان ۱۴۱۰ھ کے اواخر کی بات ہے۔ زندگی میں پہلی بار خدا کے اس گنہگار بندے کو اپنی جبینِ گناہ اسکی محبوب چوکھٹ پر خم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سفر کی پہلی منزل جدہ تھی، عصر کے قریب ہم لوگ یہاں پہونچے تھے۔ ہر شخص کی زبان پر جدہ کی "مسجد شعیبی" کا ذکر تھا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ جانے سے پہلے نمازِ عشاء یہیں ادا کی گئی۔ بڑی خوبصورت اور حسین مسجد، مسجد کے اطراف چھوٹا سا پارک، مسجد کا اندرونی حصہ قندیلوں سے دن کی طرح روشن، ایک ایک چیز سے سلیقہ و شائستگی اور حسن ذوق کی شہادت ملتی تھی، یہاں کے امام شیخ محمد بصفر اپنی قرارت کے لئے مشہور ہیں، نماز پڑھی، بڑا دلگداز لہجہ، پڑھنے میں برجستگی اور بے ساختگی، ہر طرح کے تکلف اور تصنع سے خالی و عاری۔ نماز کے بعد امام صاحب سے ملاقات کی خواہش اور بڑھ گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ شیخ محمد بصفر نے نماز پڑھائی ہے مگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ قاری صاحبزادہ عبدالباسط صاحب نے نماز پڑھائی ہے جو ان کے نائب ہیں۔ سرسری ملاقات ہوئی۔ کھلا ہوا سرخ سفید رنگ دراز قد، فراخ جبیں، بدن لحیم و شحیم، چہرہ پر سیاہ گھنی داڑھی، عربی

طرز کا جُبّہ اور سر پر سفید رومال، دیکھنے میں پوری طرح نوجوان عرب، نرم خو اور خوش مزاج، مہمان نواز اور علم دوست۔ تعارف ہوا اور ملاقات نے تعلق خاطر اور بڑھایا۔

اس کے بعد بار بار ملاقات ہوتی رہی، وہ بھی میری حقیر تالیف "جدید فقہی مسائل" کی وجہ سے غائبانہ واقف تھے اور میں بھی حیدرآباد کے بعض دوستوں کے ذریعہ پہلے سے آگاہ تھا، کئی بار ان کی ضیافت کا حظ بھی اٹھایا۔ قاری صاحب کا مسکن کسی مکان سے زیادہ "کتب خانہ" محسوس ہوتا ہے۔ تفسیر و حدیث، فقہ و سیرت اور اسلامی علوم کے مختلف شعبوں پر کتابوں کا بڑا منتخب اور عمدہ ذخیرہ ہے اور قاری صاحب کی جوہر شناسی کی گواہی دیتا ہے۔ قاری صاحب کے گاؤں کا نام باڑہ ہے جو صوبہ سرحد کے مشہور علاقہ مروان کے تحت واقع ہے۔ اس پورے علاقہ میں "صاحبزادہ خاندان" اپنی علمی وجاہت اور دینی و علمی خدمت میں معروف ہے اور اپنی ایک شناخت رکھتا ہے اسی خاندان کے ایک ممتاز بزرگ حضرت مولانا صاحبزادہ دوست محمد صاحب ہیں جو ایک جیّد و مستند عالم اور اپنے علاقہ کے قاضی ہیں۔ قاری صاحب انہیں بزرگ کے فرزند ارجمند اور "الولد سر لابیہ" کا پورا پورا مصداق ہیں۔

قاری صاحب نے پاکستان کے مختلف دینی مدارس سے کسب فیض کیا ہے اور درس نظامی کے مروجہ نصاب کے مطابق حدیث میں فضیلت کیا ہے۔ فراغت کے بعد ان کو جوار حجاز "بریدۃ القصیم" میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ یہاں انہوں نے نجد کے مشہور و معروف محدثین سے استفادہ کیا ہے۔ علماء اور بزرگوں سے استفادہ میں کوئی

عار نہیں ہے، جو بھی بڑا عالم وارد حجاز ہو، اسکی خدمت میں حاضری کو عین سعادت سمجھتے ہیں، ان دنوں جدہ کی اسّی مسجد شعیبی میں نائب امام و خطیب ہیں۔ "مدرسہ منصور الشعیبی لتحفیظ القرآن الکریم" کے مدیر اور تحفیظ قرآن ہی کے ایک اور مدرسے کے مدرس و مشرف ہیں، دارالافتاء اور التوعیۃ الاسلامیۃ جدہ میں آپکے گرانقدر محاضرات ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعہ اور اسکے درس سے خاص شغف ہے۔ جدہ کی تین اہم مساجد میں قرآن مجید کا درس دیتے ہیں، خوب پڑھکر اور متعلقات دیکھ کر درس دیتے ہیں، صحیح حدیثوں کے نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور تفسیر قرآن بالحدیث کا خاص ذوق رکھتے ہیں، مخاطب کی رعایت کرتے ہوئے آسان و شستہ زبان میں اپنی بات سمجھانے کا خاص سلیقہ ہے۔

میں نے جدہ کے کئی مغرب زدہ اور دین سے دُور بلکہ ایک حد تک بیزار لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان کے درسِ قرآن کی حرارت نے ان کے سینوں میں چھپی ہوئی شرر ایمانی کو سُلگایا ہے اور انہوں نے مغرب کی اسیری سے نجات پائی ہے، اب ان کے ظاہر میں بھی اتنی تبدیلی آگئی ہے کہ اس کو دیکھ کر کوئی ان کے ماضی کا تصور بھی نہیں کرسکتا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انقلاب فکر اور انقلاب عمل کی ایسی تاثیر بخشی ہے کہ کوئی دوسری چیز اس کا بدل نہیں ہوسکتی اس نے حضرت عمرؓ کے فولادی دل کو موم کی طرح پگھلایا ہے، نہ رونے والوں کو رُلایا اور نہ جُھکنے والوں کو جھکایا ہے، عرب کی متکبر گردنوں کو اس کلام کے سوا کوئی چیز خم نہیں کرسکتی تھی۔ اسکی یہ تاثیر آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔

قاری صاحب کے اس درس کے سلسلہ نے شرکاء میں قرآن فہمی کا ایک خاص ذوق پیدا کردیا ہے اور ان میں طلب کی چنگاری جل اٹھی ہے۔ انکی وسیع المشربی اور نرم خوئی نے ہر حلقہ کو ان سے قریب رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہند و پاک سے

جو بھی علماء آتے ہیں یہاں ان کا درس ضرور ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا مجاہدالاسلام قاسمی صاحب، جناب عبدالغفور صاحب، قاضی احمد حسین صاحب، وغیرہ کے درس یہاں ہو چکے ہیں۔ ایک بار قاری صاحب کے اصرار پر اس حقیر کو بھی ان بھائیوں سے کچھ عرض کرنے کا موقع ملا ہے، قاری صاحب کے دروس کے یہ کیسٹ ہندو پاک میں بتدریج پھیل رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس سے بڑا نفع ہوگا۔

اس درس میں خواتین بھی بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوتی ہیں، اس وقت یہ تقریر ایک ایسی ہی خدا ترس اور دین دوست خاتون کی مرتب کردہ ہے۔ جزاھا اللہ خیر الجزاء وبارك فی دُنیاھا وعقبٰھا۔

امید ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں گے۔ وَبِاللہ التوفیق۔

میں اس وقت اخی فی اللہ جناب ظفر مسعود صاحب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں کہ جن کے ذریعہ قاری صاحب جیسے صحیح العقیدہ، حق گو اور علم دوست عالم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ہر ملاقات نے دل کو دل سے قریب کیا کہ اللہ کی ..... محبت، آخرت کا بڑا ذخیرہ اور خدا کی رضا وخوشنودی کی کلید ہے۔

خالد سیف اللہ رحمانی

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ
خادمِ حدیث وفقہ دارالعلوم سبیل السلام
حیدرآباد

ابتدائیہ

تمام تعریفیں اور حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جس کے لطف و کرم سے انسان نطق کے قابل ہوا، اس کا حمد و شکر واجب ہے جس نے انسان کو قرآن سکھایا اور فرمایا: الرحمٰنُ علّم القرآنَ ۝ (الرحمٰن آیت :)

صلوٰۃ و سلام ہو اس ہستی پر جس نے قرآن کے سیکھنے اور سکھانیوالے کو سب سے اچھا شخص قرار دیا اور فرمایا: خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔

(صحیح البخاری/فضائل القرآن/باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)

ارضِ حرمین شریفین یعنی سعودی عرب میں مقیم اُردو بولنے اور سمجھنے والے مسلمانوں کو اس کتابِ ہدایت سے قریب تر کرنے کے لئے ۱۹۸۵ء میں دروسِ قرآن و حدیث کے اس سلسلے کو شروع کیا گیا اور مختلف شہروں میں یہ علمی حلقے قائم کئے گئے۔ بعد میں پاکستان اور ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی اس سلسلے کو شروع کیا گیا جہاں اسلامی کتب اور اسلامی کیسٹ کے ذریعے یہ تحریک کام کر رہی ہے۔

آغاز و ابتدا ہی سے تدریس کی ذمہ داری ناچیز کے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی تھی جسے بفضلِ الٰہی آج تک نباہ رہا ہوں، دُعا ہے کہ ربِ کریم مزید توفیق و ہدایت اور اخلاص و استقامت سے نوازے۔ (آمین)

سورۃ التکویر کے درسِ قرآن کی کیسٹ سُن کر ہمارے حلقۂ درس کی ایک بہن متاثر ہوئیں اور انہوں نے اس کیسٹ و درس کو صفحات پر

منتقل کیا اور بعد میں اِسے حضرت الشیخ خالد سیف اللہ رحمانی (صدر مدرس دارالعلوم سبیل السّلام حیدرآباد دکن۔ انڈیا) کی خدمت میں پیش کیا۔ موصوف نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور مجھ طالب علم کی ہمت افزائی کیلئے اسے شائع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر تو اول و آخر اور ہر حال میں واجب ہے لیکن رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ"۔ (الترمذی/کتاب البرّ والصّلۃ/باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک)

اس سلسلے میں ہماری محترمہ بہن مسز ظفر مسعود شکریئے و دعا کی مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اس عظیم کام کو شروع کیا بلکہ آخر تک اپنے مفید مشوروں اور آرار سے نوازتی رہیں۔

عالمی حلقۂ دروسِ قرآن و حدیث آج کے بعد جتنے دینی مواد کی طباعت کرے گا ہماری محترمہ بہن کا اِن سب میں برابر کا حصہ ہوگا کہ اس عظیم خیر و بھلائی کے کام کا آغاز انہوں نے ہی کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من سنّ فی الاسلام سنۃً حسنۃً فلہ اجرھا واجر من عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئ۔

(صحیح مسلم/کتاب الزکاۃ/باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او بکلمۃ طیبۃ)

حضرت الشیخ خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ کا شکریہ بھی واجب ہے کہ جنہوں نے اپنے علمی و تدریسی اور تصنیفی مشاغل نیز اپنے اسفار کے باوجود اس مسوّدے کو بار بار دیکھا، تصحیح فرمائی اور رہنمائی و شفقت فرمائی۔

میں اپنے تمام دوست احباب و معاونین کا بھی مشکور ہوں کہ

جن کی اعانتِ مادّیہ و معنویہ و دعائیہ سے یہ کام ہوسکا۔

سب سے آخر میں اس ہستی کا شکر گذار ہوں جس کے تعاون کی وجہ سے روزِ اول سے تاحال ناچیز دینی امور و مشاغل میں برابر حصّہ لیتا رہا ہے اور الحمدللہ یہ دعوتِ خیر دُور دُور تک پھیل رہی ہے - یہ ہستی میری اہلیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر اور جزائے دارین سے نوازے کہ ان کے تعاون کے بغیر شاید یہ عظیم کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچتا۔

اس مختصر سے کتابچے میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور اگر کوئی غلطی و لغزش ہے تو وہ میرے نفس کی شرارت ہے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا، غفر اللہ لنا ولکم

وَالحمدُ لِلّٰہ بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

فقط

صاحبزادہ عبدالباسط

سُورۃ تکویر مع ترجمہ

ایک نظر میں

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْجِبَالُ
سُيِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَ
اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ
سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَاِذَا
السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝١٣
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝١٤ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝١٥ الْجَوَارِ
الْكُنَّسِ ۝١٦ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝١٧ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ اِنَّهٗ
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝١٩ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝٢٠
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝٢١ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ
بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝٢٣ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝٢٤ وَمَا هُوَ
بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝٢٥ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝٢٦ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٢٧ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝٢٨ وَمَا تَشَآءُوْنَ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٩

ترجمہ:

"جب آفتاب بے نور ہو جاوے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جاوینگے اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جاویں گے، اور جب دریا بھڑکائے جاویں گے اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاوینگے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی اور جب نامۂ اعمال کھولے جاوینگے اور جب آسمان کھل جاوے گا (اور اس کے کھلنے سے آسمان کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دہکائی جاویگی اور جب جنت نزدیک کردی جاوے گی (تو اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے (اور جب ایسا واقعۂ ہائلہ ہونے والا ہے) تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے چلتے) پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو) چلتے رہتے ہیں (اور اپنے مطالع میں) جا چھپتے ہیں اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے (آگے جوابِ قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کا لایا ہوا جو

قوت والا ہے (اور) مالکِ عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور) امانت دار ہیں (کہ وحی کو صحیح صحیح پہونچا دیتے ہیں) تمہارے ساتھ کے رہنے والے (محمد صلعم) مجنوں نہیں ہیں، انہوں نے اس فرشتہ کو (اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے، اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں اور یہ (قرآن) کسی شیطانِ مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے (جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس بارے میں) کدھر کو چلے جارہے ہو، بس یہ تو (بالعموم) دنیا جہان والوں کیلئے ایک نصیحت نامہ ہے (اور بالخصوص) ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے، کچھ نہیں چاہ سکتے۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورۃ التّکویر

تشریح و توضیح

یہ سورت مکی ہے اور اس کی ۲۹ آیات ہیں۔ "تکویر" لپیٹنے کو کہتے ہیں۔ "کُوِّرَتۡ" ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اس سورۃ کی پہلی آیت کے آخر میں "کُوِّرَتۡ" کا لفظ آیا ہے۔ قیامت کے قائم ہوتے ہوئے سورج بے نور کر دیا جائے گا۔ سورج کی تبدیلی کا جو مفہوم ہے اس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃُ التکویر پڑ گیا۔

سُورت کا خلاصہ

آیت نمبر ۱ تا ۶ پہلے مرحلے کا بیان ہے جب قیامت قائم ہو رہی ہو گی۔ ان چھ آیات میں مُردوں کے دوبارہ اٹھائے جانے سے قبل کے واقعات مذکور ہیں جب کائنات کے اندر تبدیلیاں واقع ہو رہی ہونگی۔ اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ جب سورج کو بے نور کر دیا جائے گا وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ اور جب دس ماہ کی اونٹنیاں (حاملہ) آوارہ پھریں گی اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور جب

سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۷ تا ۱۴ کی آٹھ آیات میں دوسرا مرحلہ بیان کیا گیا ہے جب کہ مُردے اٹھا دیئے جائیں گے اور ان کے اعمال کے لحاظ سے جوڑے بنا دیئے جائیں گے۔ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھ جائے گا کہ اسے کس جرم کی اتنی بھیانک سزا ملی؟ اعمال نامے تقسیم ہوں گے۔ آسمان کی حالت بھی بدلی ہوئی ہوگی، جہنم خوب دہکائی جائے گی۔ بد اعمالوں کے لئے دوزخ اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی۔ اس دن ہر آدمی جان جائے گا کہ اس نے اپنے رب کے ہاں کیا بھیجا ہے؟

آیت نمبر ۱۵ تا آخر سورت میں ستاروں کی قسم کھائی گئی ہے پھر قرآن پاک کی صداقت کی گواہی ہے اور جبریل علیہ السلام کے بلند مقام کا بیان ہے۔ ساتھ ہی ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر بھی ہے۔ پھر قرآن پاک کو نصیحت نامہ کہا گیا ہے ——— آیت نمبر ۲۸ میں استقامت کا بیان اور سب میں آخری آیت میں توحید خالص کا بیان ہے۔

گذشتہ سورتوں سے ربط

اس سے قبل کی سورتوں میں قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو بیان کیا ہے۔ سورہ النبار، سورۃ النازعات اور سورۃ عبس میں اس کا ذکر موجود ہے۔ جس کی خبر سورہ النّبار میں "النّبأ العظیم" "عظیم خبر" سے دی گئی ہے۔

النازعات میں "فَاِذَا جَاءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى" پس جب وہ عظیم

حادثہ (قیامت) رونما ہوگا۔ فاذا جاءتِ الصّاخۃ (عبس) پس جب کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی۔ اَب اسی طآمّۃ اور صآخۃ اور نباء عظیم کی تفصیل اس سورۃ التکویر میں موجود ہے۔

قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں سورۂ نبأ اور سورۂ واقعہ کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ قرآنی آیات اور احادیث کا بیان موجود ہے اور یہ درس ہو چکا ہے۔

سورۂ تکویر کی اہمیت

اس سورۃ کے بارے میں حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شیبتنی ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت۔ (جامع ترمذی، مستدرک حاکم عن انس)

مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، عم یتساءلون اور اِذا الشمسُ کوّرت نے بوڑھا کر دیا۔

یہ وہ سورتیں ہیں جن کے نزول کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ آپ کمزور اور ضعیف دکھائی دیتے ہیں اور بڑھاپے کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور چہرے پر نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا اس لئے کہ ان سورتوں میں پرانی امتوں کا ذکر ہے کہ کس طریقے سے نافرمانیوں کے بعد اللہ نے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ ان سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عظیم کام کا حکم دیا گیا وہ استقامت ہے۔ سورۂ ہود کے آخر میں فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ۔ (پس سیدھا راستہ اختیار کیجئے جس طرح آپ کو حکم دیا

گیا)۔۔۔

ترجمہ : تو جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اس کا بدلہ پائے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہوگی اس کا بھی بدلہ پائے گا۔

یہی وہ عظیم اور ہولناک دن ہے کہ سورۃ الحج کے آغاز میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ (الحج : ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔

دنیا میں یہ دیکھتے ہیں کہ زمین کے کسی حصے میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے زلزلے کے جھٹکے چند منٹ کے لئے بھی آجائیں تو کتنی ہلاکتیں ہو جاتی ہیں اور کتنی تباہیاں و بربادیاں ہو جاتی ہیں اور وہ جھٹکا کیسا ہوگا جس سے رب خود ڈراتا ہے اور اسے زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ کہتا ہے۔

قیامت کی ہولناکی

یہ وہ عظیم دن ہوگا جس دن دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اس دن کے واقع ہونے سے قبل ہی انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے اچھے اعمال کا ذخیرہ تیار کر لیں۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا۔ (الحج : ۲)

جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پلانے کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔

یومِ قیامت کی درازی

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ (المعارج: ۴)

فرشتے اور روحیں اس کے پاس چڑھ کر ایسے دن میں جاتی ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (الٓمّٓ السجدۃ: ۵)

پھر ہر امر اسی کے حضور پہنچ جائے گا ایسے دن جس کی مقدار تمہاری شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔

ایک آیت میں پچاس ہزار سال اور دوسری آیت میں ایک ہزار سال کا جو فرق ہے وہ حسبِ اعمال ہے۔ لوگوں کے اعمال کی مناسبت سے ان پر یہ دن بھاری ہوگا۔ فسّاق فجار میں، کفار میں، مشرکین و منافقین میں، ان میں سے بعض پر پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اور بعض دوسرے لوگوں پر ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

لیکن یہی پچاس ہزار سال کے برابر والا دن ایمان والوں پر کیسے گذرے گا؟

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم القیامۃ علی المؤمنین کقدر ما بین الظھر والعصر۔ (مستدرک حاکم الصحیحہ: ۲۴۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کا دن ایمان لانے والوں پر اس طریقے سے گذرے گا جیسے کہ ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت۔

جب رشتہ و حکومت کچھ کام نہ آئے گا

اور یہ وہ دن ہے کہ جب خون اور دنیاوی رشتے سب ہی ختم ہو جائیں گے :

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ (عَبَس : ۳۴-۳۶)	اس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔

اور وہ مجرم جو دنیا میں صاحبِ حیثیت تھے، صاحبِ اقتدار تھے مالدار اور زور آور تھے، اس ہولناک دن ان کا حشر کیا ہوگا؟

یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْہِ ○ وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیْہِ ○ وَفَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْوِیْہِ ○ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ ○ کَلَّا اِنَّہَا لَظٰی ○ نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی ○ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی ○ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ○ (المعارج : ۱۱ — ۱۸)	(اور اس دن) مجرم (کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جس میں وہ رہتا تھا اور تمام اہلِ زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ اس کو (عذاب سے) بچالے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دیگی وہ اس شخص کو جلا دے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور اطاعت سے بے رخی کی ہوگی اور مال جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا۔
اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ○ (الہمزۃ — ۲)	جس نے مال جمع کیا اور خوب گن گن کر رکھا

⁂ ⁂ ⁂

جس نے مال کمایا اور خوب سنبھال سنبھال کر رکھا اس سے قطع نظر کہ وہ جائز ہے یا ناجائز؟ بنک میں اکاؤنٹ کھولنا اور سود کے ذریعہ پیسے کو بڑھاتے رہنے کے چکر میں رہنا، حرام حلال کا خیال نہ رکھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا یا مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچائے گا، یہ ساری وہ خواہشیں اور تمنائیں ہیں جن کا اظہار مجرم قیامت کے دن کرے گا اور چاہے گا کہ اس کی جان چھوٹ جائے تو ارشادِ باری ہوگا "کَلَّا" "ہرگز ایسا نہیں ہو سکے گا۔

صرف خدائی بادشاہت کا دن

اور یہ وہ قیامت کا دن ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ۔ (الزمر: ۶۷)

اور (افسوس) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کما حقہٗ قدر نہیں کی۔ قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

. . . . . .

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی حالت میں تجلی فرمائیں گے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يقبض الله الارض ويطوی السماء بيمينه ثم يقول انا الملك اين ملوك الارض۔ (متفق عليه)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹے گا اور کہے گا "میں ہوں آج کا بادشاہ، کہاں ہیں زمین کی بادشاہت کرنے والے

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یُحشر الناسُ یومَ القیامۃ حفاۃً عراۃً غُرلاً قلتُ یا رسولَ اللہ النساء والرجال جمیعاً یَنظر بعضھم الیٰ بعضٍ قال صلی اللہ علیہ وسلم یاعائشۃ الامر اشد من ان ینظر بعضھم الیٰ بعضٍ (متفق علیہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اکٹھا کیا جائے گا۔ میں عرض گذار ہوئی کہ یارسول اللہ! مرد اور عورتیں اکٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، فرمایا اے عائشہؓ! یہ بات اس سے زیادہ سخت ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا جائے۔

. . . . . .

یہ آیات اور احادیث اس لئے ہم تک پہنچی ہیں کہ ہم ان پر غور کریں اور ان سے عبرت حاصل کریں کہ وہ دن آنے والا ہے اذا وقعت الواقعۃ ——————

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور جہنم کو پیش کیا جائے گا یہ دکھانے کے لئے کہ یہی ہے وہ جہنم جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ھٰذہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِھَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (الرحمٰن: ۴۳)

یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتیٰ بجھنم یومئذٍ لھا سبعون الف زمام مع کل زمامٍ سبعون الف ملکٍ یجرونھا۔ (مسلم)

ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ ستر ہزار لگاموں میں جکڑی ہوئی لائی جائے گی جسے ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔

اس کی وسعت کا یہ عالم ہوگا کہ وہ پھر بھی کہتی ہوگی کچھ اور ہے۔ یوم یقول لجھنم ھل امتلئتِ وتقول ھل من مزید۔

عن المقداد رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدنی الشمس یوم القیامۃ من الخلق حتی تکون منھم کمقدار میل۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج کو مخلوق سے اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ اس کا فاصلہ ایک میل رہ جائے گا۔

قال سلیم بن عامر الراوی عن المقداد: فواللہ ما ادری مایعنی بالمیل، أمسافۃ الارض ام المیل الذی تکتحل بہ العین فیکون الناس علی قدر اعمالھم فی العرق فمنھم من یکون الذی ..... غنوتك کعبیہ ومنھم من یکون الی رکبتیہ ومنھم من یکون الی حقویہ ومنھم من العرق الجاماً واشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الی فیہ۔

(رواہ مسلم)

راوی حدیث سلیم بن عامر حضرت مقدادؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: اللہ کی قسم مجھے یہ معلوم نہیں کہ میل سے کیا مراد ہے؟ یہ زمینی مسافت والا میل ہے یا سرمہ لگانے والی میل (سلائی) اس وقت لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔ بعض کے گھٹنوں تک اور کسی کی کمر تک اور بعضوں کے منہ تک میں پسینہ لگام کی طرح لگا ہوا ہوگا، یعنی دونوں ہونٹوں کے درمیان تک پسینہ ہوگا اور اس صورت کی وضاحت کیلئے حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے منہ کی طرف اشارہ فرمایا

اخلاص ۔۔۔ قبولِ اعمال کی اساس:

عَن ابی هُرَیرۃ رضیَ اللہ عنہ
قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان اول الناس یقضی یوم
القیامۃ علیہ رجل استشهد
فأُتی بہٖ فعرّفہ نعمہٗ فعرفها
قال: فما عملت فیها؟ قال قاتلتُ
فیكَ حتی استشهدتُ، قال:
کذبتَ ولکنك قاتلتَ لان یقال
فلانٌ جریٌ فقد قیل، ثم امر بہٖ
فسحب علیٰ وجهہٖ حتی أُلقی فی النار
ورجل تعلم العلم وعلمہ وقرأ
القران فأُوتی بہٖ فعرفہ نعمہ
فعرفها قال: فما عملت فیها؟
قال تعلمتُ العلم وعلمتہ وَ
قرأتُ فیكَ القراٰن قال: کذبت
ولکنك تعلمتَ لیقال عالمٌ و
قرأتَ القراٰن لیقال هو قاری،
فقد قیل ثم امر بہٖ فسحب علیٰ
وجهہٖ حتی القی فی النار، ورجل
وسع اللہ علیہ واعطاہ من اصناف
المال فأُوتی بہٖ فعرفہ نعمہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے سنا کہ قیامت کے دن وہ پہلا آدمی
ہوگا جو شہید ہوگیا تھا دنیا میں، اس کو لایا
جائیگا (حساب کتاب کے لئے) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں
گنائے گا وہ ان کا اقرار کریگا، اب اللہ پوچھے
گا کہ دنیا میں تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟
وہ کہے گا میں آپ کے لئے لڑتا رہا یہاں تک کہ
شہید ہوگیا۔ کہیں گے تو نے جھوٹ کہا بلکہ تم
اسلئے لڑتے تھے کہ لوگ بہادر کہیں اور حکم دیا
جائیگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے حتی کہ
اسے آگ میں ڈھکیل دیا جائے گا، دوسرا
آدمی وہ ہے جو علم حاصل کرتا تھا، پڑھاتا تھا
اور قرآن پڑھتا تھا، اسے لایا جائے گا اللہ
تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا
اقرار کریگا پھر اس سے کہیں گے کہ تو نے دنیا
میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا
اور پڑھایا اور وہاں قرآن پڑھتا پڑھاتا
رہا۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو
تم نے اس لئے سیکھا اور سکھایا کہ تمہیں عالم
کہا جائے اور تم نے قرآن اس لئے پڑھا کہ

نعرفها. قال فما عملت فيها؟ قال: ما تركت من سبيل تحب ان ينفق فيها الا انفقت فيها لك. قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار.
(رواه مسلم والنسائی)

تمہیں قاری کہا جائے اور پھر حکم دیا جائیگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے اور تیسرا آدمی وہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی وسعت دے رکھی تھی مال و دولت عطا کیا تھا، اسے لایا جائیگا اور اپنی نعمتیں گنائے گا تو وہ ان کا اقرار کریگا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس نے ان کا دنیا میں کیا کیا تھا؟ وہ کہے گا میں نے ایسا کوئی راستہ یا کام نہیں چھوڑا جو تجھے پسند ہو اور میں نے اس میں اپنے مال کو نہ خرچ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے جھوٹ کہا۔ تمہارا خرچ کرنا اسلئے تھا کہ تم سخی کہلاؤ۔ پھر حکم دیا جائیگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیں۔

پس اعمالِ حسنہ میں بھی اخلاص شرط ہے:

اللّٰهُمَّ اَحسِن عاقبتنا فِي اُمورِ كُلِّها واَجِرْنَا مِنْ خزي الدنيا وعذاب الآخرة.

اے اللہ ہماری عاقبت سنوار دے ہر معاملہ میں اور دنیا کی شرمندگی و رسوائی اور عذابِ آخرت سے ہمیں بچالے۔

قیامت میں ان تین قسم کے آدمیوں کو عذاب سب سے پہلے ہوگا۔ صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا ابا هريرة اولئك الثلاثة اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة. (۱)

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ تمام مخلوق میں سے یہ تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائیگی۔

(۱) بحوالہ صحیح الترغیب للالبانی، کتاب الاخلاص، باب الترہیب من الریاء و ما یقولہ من خاف شیئاً منہ

سب سے پہلی پوچھ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس کو اکثر اصحابِ کتبِ احادیث نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حشر کے میدان میں قیامت کے دن جب حساب کتاب شروع ہوگا تو سب سے پہلے جس چیز کی پوچھ ہوگی وہ نماز ہے :-

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلوٰة۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلی پوچھ بندہ سے نماز کے متعلق ہوگی۔

احادیث میں آتا ہے کہ اگر نماز درست اور کامل ہوئی تو باقی معاملات میں نرمی برتی جائے گی اور نماز ہی اگر ناقص وکمزور ہوئی تو دوسرے اعمال کی طرف دیکھا بھی نہیں جائے گا۔ اسلام کا دارومدار نماز پر ہے۔ اسے اسی طرح ادا کرنا چاہیئے جس طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی تھی، اپنے وقت پر اور جماعت کے ساتھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد احادیث میں موجود ہے کہ "مَنْ ترکها متعمّدًا فقد کفر" جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے نماز ضائع کرنیوالے پر کفر کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ قرآن میں ہے :

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝ (التکاثر)

پھر تم ضرور پوچھے جاؤ گے اس دن نعمتوں کے بارے میں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اول ما یسأل عنه العبد یوم القیامة من النعیم ان یقال له الم نصح لك جسمك ونرویك من الماء البارد؟
(الترمذی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات کے بارے میں اللہ سوال کرے گا وہ ہے اس کی نعمتیں اور کہے گا کہ کیا ہم نے تمہارے جسم کو صحتمند نہیں بنایا تھا اور ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔

معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تندرستی دی..... ہے تو اس کا حق بندے نے ادا کیا یا نہیں؟ اپنے رب کا شکر زبانی وعملاً کیا تھا کہ نہیں؟ اپنی جوانی، اپنی آنکھیں، اپنے بدن کو میرے لئے استعمال کیا تھا یا میری بغاوت کے لئے؟ اور ٹھنڈا پانی پینے والو! کیا پانی پی کر الحمد للہ کہا تھا اور پھر اس کا عملاً اظہار کیا تھا، صرف زبانی اظہار جذبۂ تشکر کے لئے کفایت نہیں کرتا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا السباء ۱۳ میں داؤد علیہ السلام سے اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (تم سب شکریہ میں نیک کام کرو) اِعْمَلُوْا فرمایا یہاں اُشْكُرُوْا نہیں فرمایا تو معلوم یہ ہوا کہ اعمال سے بھی ثابت ہو کہ اللہ ہی کے بندے ہو اور اسی کی بندگی کرتے ہو۔

عن عدی بن حاتم رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اتقوا النار ولو بشق تمرة وفی روایة لهما عنه قال

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آگ سے بچو اگرچہ (بچاؤ کا ذریعہ) کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو (جو تم بہ نیت ثواب اللہ کے لئے صدقہ کرتے ہو) اور

قال صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احدٍ الّا سیکلّمہ ربہ لیس بینہ وبینہ ترجمان فینظر ایمن منہ فلا یری الا ما قدّم وینظر اشأم منہ فلا یری الا ما قدّم وینظر بین یدیہ فلا یری الا النار تلقاء وجھہ فاتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ فمن لم یجد فبکلمۃٍ طیبۃٍ۔
(متفق علیہ)

بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں عدی بن حاتمؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے عنقریب اللہ تعالیٰ براہِ راست بغیر کسی ترجمان کے کلام نہ فرمائینگے۔ وہاں آدمی اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو انہیں اعمال کو دیکھے گا جو اس نے آگے بھیج رکھے ہیں۔ یہی حال بائیں جانب کا ہوگا کہ ادھر بھی اسے اپنے وہی اعمال دکھائی دیں گے جن کو وہ آگے بھیج چکا تھا اور آنکھوں کے سامنے بجز آگ کے اور کچھ نہ دیکھے گا۔ اسلئے آگ سے بچاؤ کرلو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک اچھی بات ہی کرلو۔

انسان کی عجز و ناچاری

دنیا میں جب آدمی اللہ کی لگائی ہوئی حدوں سے نہیں نکل سکتے بھاگ نہیں سکتے جیسے کہ قرآن میں ہے:

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الّا بسلطٰنٍ۔
(الرحمٰن: ۳۳)

اے گروہ انس و جن اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدوں سے آگے نکلنے کی قدرت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر تم ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

جب کائنات میں اسکی حدوں سے نہیں نکل سکتے تو قیامت کے دن جب کہ وہ خود گفتگو کر رہا ہوگا، سامنے ہوگا اس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ اللہ کے حکم سے بندے کو وہ زبان آجائے گی جس میں وہ گفتگو کر رہا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت کی اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہو یا ایک اچھی بات۔ ایک جملہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بھی اخلاص کے ساتھ بولو گے تو وہ بھی جہنم سے بچنے کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ قیامت کا ایک اور منظر ہے جو اس حدیث میں آتا ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُوتیٰ بالعبد یوم القیامۃ فیقول اللہ لہ الم اجعل لك سمعاً وبصراً وولداً وسخرت لك الانعام والحرث وترکتك ترأس وتربع فکنت تظن انك ملاقی یومك ھذا قال فیقول لا فیقول لہ الیوم انساك کما نسیتنی۔ قال ابو عیسیٰ وقد فسر بعض اھل العلم ھذہ الآیۃ، فالیوم ننساھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا قالوا انما معناہ الیوم نترکھم فی العذاب۔

ترجمہ: "ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ بلا کر پوچھے گا کہ کیا میں نے تمہیں آنکھیں، کان، مال واولاد نہیں دی تھی اور جانور وزمین کو تمہارے تابع نہیں کیا تھا اور تمہیں اونچے مقامات عہدے اور اقتدار نہیں عطا کیا تھا (اللہ کے حکموں کو نافذ کرنے کی طاقت دی تھی) اور تمہیں یاد نہیں رہا کہ آج کے دن تمہیں مجھ سے ملنا ہے؟ کہے گا نہیں، فرمانِ الٰہی ہوگا کہ آج کے دن تو بھی اسی طرح

بھلا دیا جائیگا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ بعض دوسرے مفسرین اور اہلِ علم نے اس آیت کو بھی بیان کیا ہے کہ آج کے دن ہم انہیں ایسے ہی بھلا دیں گے جس طریقہ پر یہ آج کے دن (قیامت) کے ملنے کو بھول گئے تھے۔ یعنی انہیں عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔ لٰبِثِیْنَ فِیْہَا احقاباً (نبا: ۲۳)

(برسہا برس (لاکھوں کروڑوں برس جس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو) وہ اس میں پڑے رہیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے انہیں بھلا دیا۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزول قدما ابن آدم یوم القیامۃ من عند ربہ حتی یُسال عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیم ابلاہ ومالہ من این اکتسبہ وفیم انفقہ وماذا عمل فیما علم (الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ابن آدم اپنے قدم ہلا بھی نہیں سکے گا، یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے اس کی عمر کے بارے میں زندگی کہاں گذاری، جوانی کہاں گذاری، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور آخر میں جو کچھ اسے معلوم تھا اس پر عمل کہاں تک کیا؟

جب نیکیوں کے پہاڑ غبار بن جائیں گے

قیامت کا ایک اور منظر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لاعلمن قوماً من امتی یأتون یوم القیامۃ بحسناتٍ امثال جبال تہامۃ بیضاء فیجعلہا اللہ عزوجل ہباءً منثوراً قال ثوبان صفہم لنا جلہم لنا ان لانکون

منهم ولا نعلم قال اما انهم اخوانكم ومن جلوتكم ويأخذون من الليل كما تأخذون ولكنهم قومٌ اذا خلوا بمحارم الله انتهكوها۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد باب ذکر الذنوب)

ترجمہ:۔ "ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بعض لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کی پہاڑی کی طرح نیکیاں لے کر آئیں گے جو چمک رہی ہوں گی لیکن اللہ عزوجل انہیں غبار کی طرح اڑا ڈالے گا۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتائیے تاکہ ہم ان جیسے نہ بنیں، انجانے میں ان جیسے ہی نہ ہو جائیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے اور تم میں سے ہی ہوں گے اور وہ بھی راتوں کو اسی طرح اٹھتے ہیں (نمازوں کیلئے) جس طرح تم اٹھتے ہو لیکن یہ وہ قوم ہوگی کہ وہ تنہائی میں یا چھپ کر اللہ کے حکموں کو توڑتے ہیں"۔

تہامہ ۔ حجاز کے اس علاقہ کو کہتے ہیں جہاں جدہ کے حدود ختم ہوتے ہیں اور نجران، جیزان اور یمن کے حدود شروع ہوتے ہیں۔ وہاں سے لے کر یمن کا جو طویل علاقہ یا وہ ساحلی علاقے جن میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور بڑے بڑے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ یہ سارے علاقے "تہامہ" میں شامل ہیں۔

مفلس کون ہے؟

دنیا میں مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ کوئی جائداد لیکن قیامت کے دن کا مفلس وہ ہوگا کہ اس کے پاس ساری نیکیاں ہوں گی پھر بھی وہ اس کے پاس کچھ کام نہ آئیگی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا، المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیامۃ بصلاۃ وصیام وزکوٰۃ ویأتی قد شتم ھٰذا، وقذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا، فیعطیٰ ھٰذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ، اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔ (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن کا مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا: ہمارے پاس مفلس کے معنی ایسا شخص جس کے پاس نہ تو کوئی درہم ہے اور نہ مال و جائداد تو آپؐ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ کے حضور جب پیش کیا جائے گا تو اس کے پاس نمازیں بھی ہوں گی، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر نیکیاں بھی ہوں گی لیکن اس کا حال یہ ہوگا کہ وہ کسی کو مارا ہوگا، کسی کو لوٹا ہوگا، کسی کا مال دبایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو تکلیف دی ہوگی تو بدلے میں اس کے نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی اور جب اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی، قبل اس کے کہ دوسروں کا حق ادا ہو جو اس کے اوپر تھا تو دوسروں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے حتیٰ کہ جہنم کی آگ میں اس کو ان گناہوں کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔

یہ حقوق العباد ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کرتا۔

صحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار۔ اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت شدہ حدیث ہے جو صلوٰۃ کسوف سے متعلق ہے

جس دن آپؐ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تھا اسی دن سورج گہن ہوا تھا، آپؐ نے نمازِ کسوف پڑھائی اور نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تاکہ لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کریں کہ سورج گہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے انتقال کی وجہ سے ہوا ہے۔ فرمایا:-

یاایھا الناس انما الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللہ وانھما لاینکسفان لموت احدٍ من الناس فاذا رئیتم شیئاً من ذلک فصلوا حتی تنجلی ما من شیٔ توعدونہ الا قد رأیتہ فی صلاتی ھٰذہٖ لقد جیٔ بالنار وذلکم حین رأیتمونی تأخرت مخافۃ ان یصیبنی من لفحھا وحتی رأیت فیھا صاحب المحجن یجرّ قصبہ من النار کان یسرق الحاج بمحجنہ فان فزن لہ قال انما تعلق بمحجنی وان غفل عنہ ذھب بہ وحتی رأیت فیھا صاحبۃ الھرۃ التی ربطتھا فلم تطعمھا ولم ترعھا تاکل من خشائش الارض حتی ماتت جوعاً الخ۔

ترجمہ: نمازِ کسوف کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جو کہ مسنون ہے بعض میں قبل اور بعض میں بعد۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اے لوگو! یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ وہ کسی کی موت پر اثر انداز نہیں ہوتے، اگر تم ایسی کوئی چیز (کوئی بات) دیکھو تو نماز پڑھو یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائے، مکمل طور پر ختم ہو جائے، آپؐ نماز پڑھا رہے تھے تو صحابہ نے دیکھا کہ نماز پڑھاتے ہوئے اپنے مصلیٰ سے چند قدم آگے چلے اور صحابہؓ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لینا چاہ رہے ہیں غالباً اور فوری آپؐ نے ہاتھ پیچھے کر دیا اور واپس آکر دوبارہ نماز شروع کر دی اور تھوڑی دیر بعد انہوں نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں

تشریف فرما ہیں مصلیٰ پر وہاں سے دہشت کی حالت میں اچانک پیچھے ہٹے جیسے کوئی ڈر جاتا ہے پھر اپنی جگہ آکر کھڑے ہو گئے، خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم نے جو دیکھا کہ نماز میں میں نے یہ حرکت کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز میں جنت اور دوزخ دکھائی۔ جنت کو میں نے دیکھا اور جنت کے پھلوں میں سے چند پھل اور جنت میرے اتنے قریب کر دی گئی کہ میں نے چاہا کہ ان میں سے کچھ پھل لے لوں اگر میں وہ لے لیتا تو تم قیامت تک اس کو کھاتے رہتے لیکن میرے دل میں یہ خیال ہوا اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ مت لیں اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد مجھے جہنم دکھائی گئی اور جہنم کے شعلوں کی تپش، اس کی آگ سے میں اتنا ڈرا کہ مجھے ڈر ہوا کہ میرے چہرے کو وہ جلا نہ دے اور میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا آپؐ نے کہ میں نے جہنم میں دو انسان دیکھے، میں نے جہنم میں صاحب المحجن کو دیکھا، ٹیڑھے منہ والی لکڑی والا آدمی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صاحب المحجن اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا ہے، اس لئے کہ وہ حاجیوں کو اپنی محجن کے ذریعہ لوٹتا تھا۔ اگر کوئی اس سے لڑتا تو وہ کہتا کہ وہ محجن سے لٹک گیا تھا اور کوئی انجان رہتا معلوم نہ ہوتا تو وہ اسے لے لیتا۔ اور میں نے بلّی والی کو دیکھا جس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ تو وہ اس کے کچھ کھلاتی تھی اور نہ اسے باہر چھوڑتی تھی کہ وہ کچھ کھالے، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی۔

صاحب المحجن ایک دکاندار تھا، لوگوں سے تجارت کیا کرتا تھا۔ خاص طور پر حجاج سے، اس نے اپنی لکڑی کے آگے ایسی کوئی چیز لگائی تھی کہ اس لکڑی کا منہ آگے سے ٹیڑھا تھا کہ لوگ جو کوئی لاکر اس کے پاس زمین پر رکھتے تو ناپ تول کرتے ہوئے یا لیتے ہوئے رکھتے ہوئے اس میں کا کچھ نہ کچھ حصہ اس لکڑی میں پھنس جاتا اور وہ اسے اپنے پاس رکھ لیتا تھا،

اور اگر کوئی اس چیز کے بارے میں اس سے پوچھ لیتا تو وہ اسے دے دیتا۔
تو یہ عذاب اس شخص کے لئے ہے جو حجاج کرام کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے۔ اللہ کو اپنے گھر کے مہمان کی بے عزتی پر بہت غصہ آتا ہے، حجاج، عمار اور زوّار یہ سب ضیوف الرحمٰن ہیں اور ان سے معمولی سی دھوکہ دہی بھی عذابِ الٰہی کا باعث بن گئی۔ اور وہ بلی والی جس نے ایک بے زبان جانور پر ظلم کیا تھا اس کی وجہ سے وہ جہنم میں پھینک دی گئی۔ یہ ہے وہ حقوق العباد جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا اس کو صرف بندہ ہی معاف کرسکتا ہے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں دیکھی تھی اور جس کی تپش اور آگ کے ڈر سے بے اختیار پیچھے ہٹ گئے تھے، سورۃ المؤمنون میں اسی تپش کے بارے میں ہے تلفحُ وُجوھَھُمُ النَّارُ (مؤمنون: ۱۰۴) ان کے چہروں کو آگ (جہنم کی) جھلسا دے گی۔

حقوق الناس کی اہمیت:

وعن ابی امامۃ ایاس بن ثعلبۃ الحارثی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اقتطع حق امرئٍ مسلمٍ بیمینہ فقد اوجب اللہ لہ النار وحرّم علیہ الجنۃ۔ فقال رجلٌ وان کان شیئاً یسیراً یارسول اللہ؟ فقال: وان کان قضیباً من أراکٍ۔ (مسلم)

روایت ہے ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ الحارثی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی مسلمان کی تھوڑی سی چیز بھی لے لے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جہنم کو واجب کر دیتا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی چیز بھی ہو تو؟ تو آپؐ نے فرمایا

اگرچہ کہ وہ مسواک کے درخت کی ٹہنی کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔

وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا: فلانٌ شہیدٌ وفلانٌ شہیدٌ حتی مروا علی رجلٍ فقالوا فلانٌ شہید۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلّا انی رأیتہ فی النار فی بردۃٍ غلّہا او عباءۃٍ۔ (مسلم)

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، خیبر کے دن چند اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بولے فلاں شخص شہید ہوگیا اور فلاں شخص شہید ہوگیا یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور بولے فلاں شخص شہید ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے، اس حالت میں کہ وہ بیت المال کی قمیص یا عباء میں تھا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سارے گناہ معاف ہیں سوائے حقوق العباد کے کہ اس کو صرف بندہ ہی معاف کرسکتا ہے۔

وعن خولۃ بنت عامر الانصاریۃ وھی امرأۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ وعنہا قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان رجالاً یتخوضون فی مال اللہ بغیر حقٍ فلھم النار یوم القیامۃ۔ (رواہ البخاری)

خولہ بنت عامر انصاری رضی اللہ عنہا جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: جو شخص بغیر کسی مجبوری کے مالِ غنیمت سے کچھ لے گا تو اسے قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی حالت:

وحدثنی زهیر بن حرب حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ابی حیّان عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یومٍ فذکر الغلول فعظّمه وعظّم امره ثم قال لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته بعیرٌ لهٗ رُغاءٌ۔ یقول یارسول اللہ اغثنی فاقول لا املك لك شیئاً قد ابلغتك، لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته فرس له حمحمة فیقول: یارسولَ اللہ اغثنی فاقول: لا املك لك شیئاً قد ابلغتك لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته شاة لها ثغاء۔ یقول یارسول اللہ اغثنی فاقول: لا املك لك شیئاً قد ابلغتك، لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته نفس لها صیاح۔ فیقول یارسول اللہ اغثنی فاقول: لا املك لك شیئاً قد ابلغتك۔ لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته رقاع تخفق فیقول: یارسول اللہ اغثنی فاقول لا املك لك شیئاً قد ابلغتك۔ لا الفین احدکم یجیئ یوم القیامة علیٰ رقبته صامتٌ فیقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول: لا املك لك شیئاً قد ابلغتك۔

ترجمہ: امام مسلم اپنی ایک حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا زہیر بن حرب نے اور وہ روایت کرتے ہیں اسماعیل بن ابراہیم سے اور وہ ابوحیان سے اور وہ ابوزرعہ سے اور ابوزرعہ حضرت ابوہریرہؓ سے کہ خیانت کے ذکر میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم میرے پاس اس حال میں نہ آنا کہ تمہارے کاندھے پر اونٹ لٹک رہا ہو اور وہ پکار رہا ہو وہ کہے گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچائیے تو آپؐ کہیں گے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تم تک پوری بات پہنچادی تھی (جو اس حالت کا سبب بنی ہے) قیامت کے دن تم میرے پاس اس حالت میں نہ آنا کہ تمہارے کاندھے

پر گھوڑا لٹک رہا ہو اور وہ آوازیں کر رہا ہو تو وہ کہے گا یا رسول اللہ ؐ میری مدد کیجیے، تو آپ ؐ فرمائیں گے میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پوری باتیں بتا دی تھیں۔ قیامت کے دن تم لوگ ایسی حالت میں نہ آنا کہ اس کے سر پر بکری لدی ہو اور وہ آوازیں کر رہی ہو اور وہ پکارے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے پہلے ہی اس انجام کے بارے میں بتا دیا تھا۔ قیامت کے دن تم لوگ اس حالت میں نہ ہو کہ اس کے کاندھے پر انسان لدا ہو اور وہ پکار رہا ہو، وہ شخص کہے گا یا رسول اللہ میری مدد کیجیے تو میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے اس کے بارے میں تمہیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ قیامت کے دن تم لوگ اس حالت میں نہ آنا کہ اس کے کاندھوں پر کپڑے لدے ہوں اور وہ پھڑپھڑا رہے ہوں۔ وہ شخص پکارے گا یا رسول اللہ میری مدد کیجیے تو میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے پہلے ہی تمہیں اس بارے میں خبردار کر دیا تھا، تم لوگ قیامت کے دن ایسی حالت میں نہ آنا کہ اس کے کاندھے پر گلے میں سونے اور چاندی کے سکے کھنکھنا رہے ہوں اور وہ پکارے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کیجیے تو میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے پہلے ہی تمہیں خبردار کر دیا تھا۔

چوروں کی رسوائی

قیامت کے مناظر میں سے یہ بھی ایک منظر ہوگا کہ چوری کا مال چوری کرنے والے کے سر پر لدا ہوگا اور اس کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائیگا۔ ایسے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کریگا لیکن رسول ؐ

اس کی شفاعت نہیں کریں گے، قیامت کے بعد جو حشر برپا ہوگا اس کے چند مناظر احادیث میں بیان ہوئے، اس دن ایک تصویر تو ان لوگوں کی ہے جو مجرم ہوں گے اور وہ بدترین ذلت و رسوائی کے عالم میں ہوں گے اور دوسری جانب ایسے خوش نصیب بھی ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا سایہ کریں گے۔ جعلنی اللہ وایاکم منھم قولوا اٰمین۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: سبعۃٌ یظلّھم اللہ فی ظلّہٖ یومٌ لاظلّ الّاظلہٗ، امامٌ عادلٌ وشاب نشأ فی عبادۃ اللہ عزوجل ورجل قلبہ معلقٌ بالمساجد ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجل دعتہ امرأۃ ذات حسنٍ وجمالٍ فقال انی اخاف اللہ عزوجل ورجل تصدق بصدقۃٍ فاخفاھا حتی لاتعلم شمالہ ماتنفق یمینہ، ورجل ذکراللہ خالیاً ففاضت عیناہ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ اور دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دے گا، انصاف کرنے والا حکمراں، وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی عبادتِ الٰہی میں گذاری، ایسا آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ وہ دو آدمی جو صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اسی کے واسطے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور وہ آدمی جس کو کوئی مالدار اور حسین عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ (اس کو ٹھکرادے) کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو صدقہ کرتا ہے اس طریقہ پر چھپا کر کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلتا جو کچھ اس کے دائیں ہاتھ نے

کیا اور وہ آدمی جس کی آنکھیں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رو پڑتی ہیں۔

خدا کے سایۂ خاص میں

وعنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ این المتحابّون الجلالی؟ الیوم اظلھم فی ظلی یوم لاظل الا ظلّی۔ (مسلم)

اور انہیں سے (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے) روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں وہ جلیل القدر محبوب! ان کو آج میں اپنے سایہ میں رکھوں گا۔ آج میرے سایہ کے علاوہ دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔

عن ابی الیسر کعب بن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من انظر معسراً او وضع عنہ اظلّہ اللہ فی ظلہٖ۔ (مسلم)

ابو یسر کعب بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی تنگ دست کی یا مصیبت زدہ کی مدد کی، یا اس کی تکلیف کو دور کیا۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے۔

وعن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کل امرءٍ فی ظل صدقتہٖ حتی یفصل بین الناس۔

(مسند الامام احمد/صحیح الجامع)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (قیامت کے دن) ہر آدمی درجہ بدرجہ اپنے صدقات کے سایہ میں ہوگا (خلوص کے ساتھ جو صدقہ کیا گیا ہو)

قرآن ـــــ سحابِ رحمت کی صورت میں

عن النواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یُؤتیٰ بالقرآن یوم القیامۃ واھل الذین کانوا یعملون بہ تقدمہ سورۃ البقرۃ وآل عمران وضرب لھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ امثالٍ ما نسیتھن بعد قال کانھما غمامتانِ اوظلتانِ سوداوان بینھما شرقٌ اوکانھما حزقانِ من طیر صواف تُحاجّان عن صاحبھما۔ (مسلم، صلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، مسند الامام احمد، الترمذی)

نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن قرآن بھی آئیگا اور وہ لوگ بھی آئیں گے جو قرآن پر عمل کرتے تھے اور اس (جلوس) کی قیادت سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کریں گی۔ نواس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مثالیں دی ہیں، کبھی بھی ان کو بھول نہیں سکتا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دو سورتیں ان کے آگے آگے چل رہی ہوں گی اور ان پر دو بادلوں نے سایہ کیا ہوگا یا یوں لگ رہا ہوگا کہ دو کالے سائبان ہیں ان کے درمیان روشنی چمک رہی ہوگی یا یوں سمجھ لو کہ قطار باندھی ہوئی چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی دو ٹکڑیاں ہیں جو ان لوگوں پر سایہ فگن ہوں گی۔

اس سے ظاہر ہے کہ صرف قرآن حفظ کرنا یا پڑھنا کفایت نہیں کرتا بلکہ اس پر عمل کرنا شرط ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کی تقدیم قرآن کی دو بڑی سورتیں سورۂ بقرہ اور آل عمران کریں گی اور ان پر روشنی بن کر چھا جائیں گی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنَّ لِلّٰہ مائۃَ رحمۃٍ قسَّمَ منھا رحمۃً بین جمیع الخلائق فبھا یتراحمون وبھا یتعاطفون وبھا تعطف الوحش علیٰ اولادھا واخّر تسعۃً وتسعین رحمۃً یرحمُ بھا عبادَہٗ یوم القیامۃ۔ (متفق علیہ)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں۔ اس میں سے ایک حصہ اس نے تمام مخلوق میں بانٹا۔ اسی میں سے (مخلوق) آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور محبت کا سلوک کرتے ہیں اور اسی حصہ میں سے وحشی بھی اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں اور باقی ننانوے حصے سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

یہ وہ عظیم دن ہے جس دن لوگوں کی مختلف حالتیں ہوں گی، وکنتم ازواجا ثلثۃ (الواقعۃ: ۷) اس دن تم لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے جس طرح سورۂ واقعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجرم ایک طرف ہوں گے اور صالح اور متقی ایک طرف ہوں گے۔ تو یہی وہ عظیم دن ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ یعنی سورۂ تکویر میں فرمایا۔

سُورج کا لپیٹا جانا

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔

اس سورت کا آغاز کائنات کے اس عظیم سیارے کی تبدیلی و اختتام کے ذکر سے ہو رہا ہے کہ یہ عظیم سورج کس طرح ختم کر دیا جائے گا جو کہ نہ جانے ہم سے کتنے طویل فاصلے پر ہے لیکن پھر بھی اس کی تپش ناقابلِ برداشت ہے۔ اس عظیم سورج کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔

"اِذَا" ظرف اور مستقبل کے لئے ہے۔

"کُوِّرَتْ" تکویر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے، اس کا اصل مادہ "کور" ہے جس کے معنی پھیلی ہوئی چیز کو لپیٹ کر تہہ کر دینا ہے، جیسے "کور العمامہ" کہتے ہیں یعنی سر پر عمامہ باندھنا۔ چوں کہ عمامہ کو سر پر لپیٹا جاتا ہے اس کی مناسبت سے اسے کور العمامہ کہا جاتا ہے اور اسی سے یہ مشتق ہے سورج کے لئے تکویر کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ جس طریقہ پر کپڑے کو لپیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح سورج کی شعاعیں اور روشنی کو لپیٹ کر تہہ کر دیا جائے گا۔ حتی کہ اس کی روشنی جاتی رہے گی اور یہ عالم تاریک ہو جائے گا۔ صحیح بخاری "کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر" میں امام حسن بصری کا یہ قول موجود ہے کہ کُوِّرَتْ تُکَوَّرُ حَتّٰی یَذْھَبَ ضَوْءُھَا۔ مراد یہ ہے کہ اس کی روشنی ختم ہو جائے گی اور یہ بے نور کر دیا جائے گا اور اسی باب میں آگے چل کر یہ حدیث بھی موجود ہے کہ: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشمس والقمر مکوران یوم القیامۃ۔ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ دیئے جائیں گے ختم کر دیئے

جائیں گے)

ستاروں کا ٹوٹنا

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے ۔
نجوم، نجم کی جمع ہے اور نجم ستارے کو کہتے ہیں ۔
اِنکدار کے معنی ہے ٹوٹ کر بکھر جانا، ماند پڑ جانا، دھندلا ہو جانا، میلا ہو جانا، ختم ہو جانا ۔ اس کا مادہ کدر ہے ۔ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے اِنکدرَتْ بہ معنی اِنشرتْ ۔ گر پڑیں گے ۔
سورۃ المرسلات آیت ۸ میں فرمایا فاذا النجوم طمست یعنی ستارے جب بے نشان کر دیئے جائیں گے، مٹا دیئے جائیں گے ۔
یہ وہی عظیم ستارے ہیں جن کی قسم کھائی گئی ہے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى یعنی قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہونے لگے ۔ (سورۃ النجم : ۱)
فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ (الواقعہ : ۷۵) تو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی، ستارے جن مقام پر جا کر چھپتے ہیں ان کی قسم کھائی گئی ہے ۔
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (الرحمٰن : ۷) ستارے اور درخت سب کے سب سجدہ کرتے ہیں، دوسری مخلوق کی طرح یہ بھی اللہ کو سجدہ کرتی ہے ۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (الطارق : ۲،۳) اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ وہ روشن ستارہ ہے ۔
اور یہی وہ ستارے ہیں جن سے شعلوں کی شکل میں شیطانوں کو مارنے کا کام لیا جاتا ہے ۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۔
تم دونوں پر (قیامت کے دن) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا ۔

پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الانعام: ۹۷) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور دریا کے اندھیروں میں راستہ معلوم کر سکو۔

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ (الاعراف: ۵۴) اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا، ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ یہ دوسری تبدیلی قیامت کے قائم ہوتے ہی پیدا ہوگی۔ سورج کے بے نور ہونے کے بعد سورج، چاند اور ستاروں کے ختم ہو جانے اور تاریک ہو جانے کے بعد کائنات کا کیا حال ہوگا؟ ذرا اس کا تصور کیجئے اور سوچئے کہ اس وقت کیا بنے گا جب ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دے گا۔ صرف یہی نہیں کہ تاریکی ہو جائے گی، اندھیرا ہوگا بلکہ دوسرے عذاب بھی ساتھ ساتھ ہوں گے۔ اس دن کے لئے کیا کوئی تیاری کی ہوئی ہے؟۔

پہاڑوں کا چلایا جانا

وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ۔ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے۔

سُیِّرَتْ۔ یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ سَارَ یَسِیْرُ سے ہے معنیٰ ہیں چلنا۔ پہاڑوں کا چلانا یوں ہے کہ یہ عظیم الشان بڑے بڑے پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ (القارعۃ: ۵) وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ (الکھف: ۴۷) اور ہم پہاڑوں کو بھی اس دن چلتا کر دیں گے اور تم زمین کو اس دن اس

حال میں دیکھو گے کہ وہ بے نقاب ہوگی۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا (طٰہٰ : ۱۰۵) اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل : ۸۸) اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ یہ اپنی جگہ اٹل ہیں۔ حالانکہ وہ (قیامت میں) بادلوں کی طرح اڑتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

يَوْمَ تَمُورُ السَّمَآءُ مَوْرًا۔ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (الطور : ۱۰) اس دن آسمان تھر تھر کانپتے ہوئے چکر لگائے گا اور پہاڑ تیزی سے چلنے لگیں گے۔

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (النباء : ۲۰)

اور پہاڑ چلائے جائیں گے گویا کہ وہ ریت ہوں۔

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا۔ (الواقعة : ۵-۷)

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے

اونٹنیوں اور جنگلی جانوروں پر قیامت کا اثر

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں آوارہ پھریں گی ——— عِشَارٌ عُشَرَاءُ کی جمع ہے اور عشراء دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں جو بچہ جننے کے قریب ہو۔ عُطِّلَتْ تعطیل سے ہے۔ عَطِلَ یا عَطَلَ خالی ہونا، بے کار ہونا، بلا کام کاج کے ہونا۔ عُطْلَانٌ عَنِ الْعَمَلِ، بے روزگار کو کہتے ہیں۔ اَلْعُطْلَةُ، بیکاری، بے روزگاری۔

عَطَّلَ الشَّیْءُ کسی چیز کو بے کار و آوارہ چھوڑ دینا۔ عَطَّلَ الْبَعِیْرُ جانور کا بلا چرواہے کے چھوڑ دینا۔ چھٹی کے دن کو یوم تعطیل اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن کوئی کام کاج نہیں ہوتا اور آدمی و طالب علم بلا کام کاج کے رہتے ہیں۔

عرب چوں کہ قرآن کے اولین مخاطب تھے لہذا جو چیز ان کے نزدیک اس وقت سب سے زیادہ قیمت والی اور محبوب تھی اس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔

اس زمانے میں اہلِ مکہ اور عرب ان سب کے آمد و رفت ہی نہیں بلکہ خورد و نوش کے لحاظ سے، اقتصادی لحاظ سے، سماجی و سیاسی لحاظ سے بھی ساری ضروریات یہ اونٹ ہی پوری کرتے تھے۔ یہ واحد ذریعہ تھا جس کے ذریعہ وہ جیتے تھے اور حرکت کرتے تھے۔

اس دن یعنی قیامت کے دن کا ذکر ہے کہ دنیا میں اتنی محبوب ترین شئ بھی اس دن بے قیمت ہو جائے گی اور لوگوں کو صرف اپنی ہی فکر ہوگی۔ سورۂ حج کے آغاز میں ارشاد ہے: یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ (الحج: ۲) جس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔

یہاں بھی وہی نقشہ ہے، فرق صرف اتنا ہے وہاں شفقتِ مادری کو بیان کیا تھا کہ قیامت کے دن یہ جذبۂ مادری بھی ختم ہو جائے گی، اور یہاں محبوب مال و اشیاء اور سامانِ دنیا کی ناقدری سمجھائی گئی ہے کہ یہ مال اور جائداد اور یہ سب کچھ اس دن یاد نہ رہے گا اور نہ ہی فائدہ دے گا۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ۔ اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے

وُحُوش، وَحش کی جمع ہے۔ جنگلی جانور یا درندے کو کہتے ہیں۔

حُشِرَتْ یہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ حَشَرَ یَحْشُرُ۔ جمع کرنا۔ ملانا، اکٹھا کرنا۔ جلاوطن کرنا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ نکالنا۔

اس دن کی ہولناکی کا اثر نہ صرف انسانوں پر بلکہ وحشی درندوں پر بھی ہوگا اور یہ سارے کے سارے ایک جگہ جمع ہو جائیں گے، شیر، بکری اور بھیڑیے یہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ ان پر مشترکہ مصیبت کا ایسا ہول طاری ہوگا کہ ہوش وحواس ہی نہ رہیں گے۔

سمندروں میں طغیانی

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔

تسجیر کہتے ہیں تنور کو، ایندھن سے بھر کر بھڑکا دینا۔ آگ کی وجہ سے جو پانی ابلتا ہے۔ سمندروں کے بھڑکانے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ان میں آگ لگ جائے گی اور یہ اس مادّے سے لگے گی جو سمندر کی تہہ میں ہوتا ہے یا ہوگا اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سمندروں میں طغیانی آجائے گی۔ سورۃ انفطار میں ہے وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ جب سمندر پھٹ پڑیں گے (یعنی اپنی حدوں کو توڑ دیں گے)

انسانی جوڑے

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ اور جب لوگوں کے جوڑے بنا دیئے جائیں گے۔

نفوس، نفس کی جمع ہے اور نفس جان کو کہتے ہیں۔ زُوِّجَتْ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ جوڑے بنا دیئے جائیں گے۔

یہ آیت ۷ ہے اور یہاں سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے

سابقہ چھ آیات میں ان تبدیلیوں کا ذکر تھا جو اس عالم میں قیامت کے قائم ہوتے ہوئے رونما ہوں گی اور اب مُردوں کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا ذکر ہے کہ جب لوگوں کو آپس میں ملا دیا جائے گا۔ لوگوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیں گے۔ صالح صالحین کے ساتھ اور مجرم مجرمین کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے۔ یہ تقسیم و تزویج اعمال کے لحاظ سے ہوگی۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (یٰسٓ:۵۹) اور اے مجرمو! آج (اہلِ ایمان سے) الگ ہو جاؤ۔

سورۂ واقعہ میں جو کہا گیا ہے کہ وکنتم ازواجاً ثلٰثۃً (الواقعہ: ۷) اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے تو اس سے بھی یہی مُراد ہے۔ دائیں ہاتھ والے جو متقی کہوں گے بائیں ہاتھ والے مجرم ہوں گے اور تیسرا گروہ سابقون میں سے ہوگا جو اللہ کے مقرب ہوں گے۔

سورۂ صافات آیت ۲۲ میں فرمایا: اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ (الصّٰفّٰت: ۲۲) جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو (بیویوں کو) وہ کیسی رسوائی و ذلت ہوگی کہ اس عظیم دن تمام خلائق کے سامنے اگر مجرموں کی صف میں کھڑا ہونا پڑے۔ بیویوں اور گھر والوں کا حشر بھی ساتھ ہوگا، اگر ان کے اعمال مشترک ہوں یعنی یہ گروہ بندی دنیاوی رشتہ داریوں کی بنا پر نہیں ہوگی بلکہ ان انسانی اعمال پر جو دنیا میں اس نے کئے تھے۔

زندہ درگور کی جانے والی لڑکیاں

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔ اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم کی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔

مَوْءُوْدَۃٌ یہ اسم مفعول ہے اور یہ وَأَد سے بنا ہے۔ وَأَد کے معنی ہیں زندہ گاڑ دینا، زندہ دفن کرنا۔ وَاَدَ یَئِدُ وَأْداً۔

جاہلیت کے زمانے میں یہ ظالمانہ اور مجرمانہ کام بھی ہوتا تھا کہ لوگ لڑکی کی پیدائش پر اسے زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے اور اس کی کئی وجوہات ہوتی تھیں۔

۱۔ وہ لوگ اس بات کو اپنے لئے باعثِ شرم سمجھتے تھے اور اس بات کو بے غیرتی تصور کرتے تھے کہ کوئی ان کا داماد بنے۔ یا کوئی انہیں بیٹی کی پیدائش پر خوشخبری سنائے۔

۲۔ بعض اوقات فقر و فاقے کی وجہ سے بھی ایسا کرتے تھے، کیونکہ وہ لوگ لڑکے کی پیدائش پر خوش ہوتے تھے کہ دشمنوں سے لڑے گا اور مال بھی کمائے گا لیکن ظاہر ہے کہ لڑکی یہ دونوں کام نہیں کر سکتی تھی۔

۳۔ چوں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ سورۂ نجم آیت ۲۷ میں ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَسْمِیَۃَ الْاُنْثٰی۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی وہ یہ کہتے تھے کہ انہیں بھی مار دیا جائے تاکہ یہ فرشتوں سے جا ملیں۔

فرزدق مشہور شاعر گذرے ہیں۔ یہ اپنے دادا صَعصَعہ بن صَوحان کے بارے میں کہتے ہیں ع

وَمِنَّا الَّذِیْ مَنَعَ الْوَائِدَاتِ ∴ فَاَحْیَا الْوَئِیْدَ وَکَمْ یُوْأَدِ

وہ ہم ہی میں سے تھا جس نے کئی زندہ درگور کی جانے والیوں کو بچایا اور انہیں زندگی بخشی۔

فرزدق کے یہ دادا جیسا کہ طبرانی[1] کی ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے ستر اور ایک روایت میں اس سے بھی زیادہ اور ایک روایت میں ۳۶۰ بچیوں کو دو دو اونٹ دے کر مرنے سے بچایا ہے۔ گویا کہ اس ظالمانہ ماحول میں بھی کچھ ایسے لوگ ضرور تھے جو رحم دل تھے اور اس ظالمانہ عمل کو بُرا سمجھتے تھے۔

جاہلیتِ قدیم کی طرح جدید دَور کی جاہلیت میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ آج بھی لوگ بیٹیوں کی پیدائش کو نحوست سمجھتے ہیں اور خوش نہیں ہوتے جب کہ بیٹے کے پیدا ہونے پر بہت خوشیاں مناتے ہیں۔

سورۂ نحل آیت ۵۸ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ۔ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔ (النحل : ۵۸)

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی ولادت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو پورا دن اس کا چہرہ سیاہ رہتا ہے اور دل میں کڑھتا رہتا ہے اور پھر لوگوں سے بھی چھپتا پھرتا ہے اس خوشخبری کی برائی کے مارے جو اس نے سنی (پھر یہ سوچتا ہے کہ) یا تو اس بچی کو ذلت کے ساتھ رہنے دے یا پھر اس کو زمین میں دفن کر دے، خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔"

یعنی اگر بیٹی کو زندہ دفن نہ بھی کرے تو اسے زندگی بھر ذلیل کرے۔ بیٹیوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ بیٹیاں گھر کی رونق ہیں

---

[1] روح المعانی، تفسیر وَاِذَا الموءٗدَةُ سُئِلَتْ۔

اور والدین سے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو زیادہ محبت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں ہی بیٹیاں دیں، بیٹے ہوئے لیکن زندہ نہ بچے۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا۔ (الشوریٰ: ۴۹-۵۰) اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے۔

بیٹیوں کے وجود کو رحمتِ باری تعالیٰ سمجھنا چاہیے۔ بیٹیوں کی صحیح پرورش و تربیت کرنا اور پھر اچھے طریقے سے انہیں رخصت کرنا بہت سارے والدین کے لئے جنت میں جانے کا سبب ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں اور یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

"جو شخص بیٹیاں دے کر آزمایا جائے اور وہ ان سے اچھا سلوک کرے، یہ (اس کا حسنِ سلوک) اس کو جہنم کی آگ سے بچائے گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔ (صحیح مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں دیں اور اس نے ان کی صحیح تربیت کی اور حسنِ سلوک کیا تو اللہ کا فضل اس شخص کے ساتھ اس طریقہ پر ہوگا کہ قیامت کے دن، میں اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کا اشارہ کیا"۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ..... اس آیت سے یہ بھی مُراد ہوتا ہے کہ اس دن ہر مظلوم کی دادرسی ہوگی اور انصاف کیا جائے گا، اس کا حق اسے دلایا جائے گا جن کی مظلومیت کا کوئی گواہ نہیں۔ اسکے بعد فرمایا :

اعمال ناموں کی تقسیم

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۔ اور جب صحیفے یعنی اعمال نامے کھولے جائیں گے صُحُف یہ صحیفہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد اعمال نامے ہیں، اعمال نامے تقسیم ہوں گے۔ قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام یوم النشور بھی ہے۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۔ (الاسراء: ۱۳) اور قیامت کے دن ہم اس کو ایک کتاب نکال کر دکھائیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا (پھیلا ہوا)

نَشَرَ يَنْشُرُ نَشْرًا ونُشُوْرًا ۔ پھیلانا، کھولنا، بکھیرنا۔

نَشَرَ يَنْشُرُ (ن) زندہ ہونا۔ اَنْشَرَ يُنْشِرُ۔ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

آسمان کا پردہ ہٹ جائے گا

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۔ اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔

كُشِطَتْ مجہول کا صیغہ ہے۔ كَشْطٌ سے کھال اتارنا، کسی چیز کو چھیل دینا۔ کسی چیز کے اوپر سے اس چیز کو اتار لینا جو اس چیز کو ڈھکے ہوئے ہو۔

آسمان سے کھال اتارنے کا مفہوم یہ ہے کہ آسمان کا پردہ ہٹ جائے گا اور اوپر کی سب چیزیں دکھائی دینے لگیں گی جب جانور کی کھال ادھیڑی جاتی ہے اور کھال کھینچ لی جاتی ہے اور اس کے بعد

اس کا جسم جس طرح سُرخ اور ننگا دکھائی دیتا ہے۔ آسمان کے ختم ہو جانے کے بعد بھی تقریباً یہی کیفیت ہو گی جب جہنم قریب کر دی جائے گی اور سمندروں میں ابال و طغیانی آجائے گی اور دھماکوں سے ہر طرف آگ لگ جائے گی تو آسمان بھی اور اوپر کا علاقہ بھی تمام تر سرخ ہو جائے گا اور یہی بات سورۂ رحمٰن میں فرمائی۔ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ۔ (الرحمٰن: ۳۷) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا اور سُرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا

دوزخ کا فورانِ غضب

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔

سُعِّرَتْ۔ مجہول کا صیغہ ہے اور یہ سَعَرَ یَسْعَرُ سَعْراً آگ بھڑکانا سِعْر، نرخ، بھاؤ۔ سُعْر گرمی، سخت بھوک۔ سِعْر کی جمع اَسْعَار۔ بھڑکتے ہوئے جہنم خوب غصے اور غضب میں ہو گی وَهِيَ تَفُوْرُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (تبارک: ۷، ۸) یعنی جوش مارتی ہو گی جیسے کہ مارے غصہ کے ابھی پھٹ پڑے۔ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (الرحمٰن: ۴۴) وہ لوگ دوزخ کے اِرد گرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان پھرتے ہوں گے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ۔ (ھمزہ: ۷، ۸) اللہ کی آگ ہے، سُلگائی ہوئی جو دلوں پر چھا جاتی ہے۔

بہشت کی قربت

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔ اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔

قریب کر دی جائے گی ——— زَلَفَ یَزْلِفُ زَلْفاً۔ آگے ہونا، قریب ہونا۔

اَزْلَفَ ۔ کسی چیز کو قریب کرنا ۔ نزدیک لانا ۔

زُلفیٰ ۔ مصدر ہے تاکید فعل کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ سورۃ السبا میں فرمایا وَما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفیٰ اِلّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ۔ (السبا : ۳۷) تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو کسی درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ۔

الشعراء آیت ۹۰ میں ہے کہ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ اور جنت (اس دن) متقی و پرہیزگار کے لئے قریب کر دی جائے گی ۔ اور سورۃ ق آیت ۳۱ میں فرمایا وَاُزلفت الجنة لِلْمتقين غير بعيد ۔ اور ایمان والوں کے لئے جنت (اس دن) قریب کر دی جائے گی دور نہ رہے گی ۔

سورۃ صٓ آیت ۲۵ میں داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے : فغفرنا له ذلك وان له عندنا لزلفىٰ وحُسنَ مَآب ۔ ہم نے انہیں بخش دیا اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب ہے اور اچھا انجام ہے ۔

سلیمان علیہ السّلام کے لئے بھی اسی سورت کی آیت ۴۰ میں یہی ارشاد موجود ہے وَاِنَّ له عندنا لزلفىٰ وحسن مآب ۔ سورۃ ملک آیت ۲۷ میں فرمایا فلمّا رأوه زلفةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِيْنَ كفروا ۔ جب یہ کافر عذاب کو اپنے قریب آتا دیکھیں گے تو ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے ۔ سورۃ الزمر آیت ۳ میں ہے مَانَعْبُدُهُمْ اِلّا ليقرّبونا اِلى اللّٰهِ زُلفىٰ ۔ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دے ۔

مزدلفہ کو مزدلفہ قربِ منیٰ کی وجہ سے کہتے ہیں اور یہ بھی زلف

ہی سے ہے۔

یہ جنت صالح اور متقی و پرہیز گار کے قریب کردی جائے گی تاکہ وہ اس کو دیکھ کر خوش ہوں۔

محاسبۂ اعمال

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ۔ جان لے گا ہر شخص جو کچھ وہ لایا۔

اس سے قبل جتنے "اِذَا" (جب) گذرے ہیں، ان سب کا یہ جواب ہے اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ سے لے کر وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ تک۔ تو اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا پیش کیا ہے اور کیا لیکر آیا ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال کو اپنے سامنے پائے گا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متفق علیہ حدیث میں فرمایا:

مَا منکم مِنْ احدٍ الّا سَیُکلّمه ربّه لیس بینه وبینه ترجمان فینظرا یمنَ منه فَلَا یریٰ الّا ما قدم وینظرا شأم منه فلا یریٰ الّا ما قدّمَ۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے عنقریب اللہ تعالیٰ براہِ راست بغیر کسی ترجمان کے کلام نہ فرمائیں گے۔ وہاں آدمی اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو انہیں اعمال کو دیکھے گا جو اس نے آگے بھیج رکھے ہوں گے۔ یہی حال بائیں جانب کا ہوگا کہ ادھر بھی اسے اپنے وہی اعمال دکھائی دیں گے جن کو وہ آگے بھیج چکا تھا۔

اور جیسا کہ سورۃ النبا میں فرمایا: یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ۔ اس دن ہر آدمی دیکھ لے گا جو کچھ اس نے اپنے آگے بھیجا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ۔

خنّس سے کیا مراد ہے؟

میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والوں کی، سیدھے چلنے والوں کی اور چھپ جانے والوں کی ——— قسم سے پہلے جب "لا" آئے تو اس سے مراد مخاطب کے کسی اعتراض، خیال، بات یا عقیدے کی نفی مراد ہوتی ہے۔ جیسے آپ اگر کسی بات کی فوری تردید کرنا چاہیں تو کہتے ہیں نہیں خدا کی قسم اصل بات تو یوں ہے۔

یہ "لا" زائد نہیں ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور نہ ہی فعل سے متصل ہے۔

اَلْخُنَّس۔ یہ خَنَسَ یَخْنُسُ سے ہے۔ پیچھے ہٹنا، علیحدہ ہونا۔

اَخْنَس اور خُنَّسٰآء صفت کے صیغے ہیں، پیچھے ہٹنے والا، پیچھے ہٹنے والی، یا چپٹے ناک والا، چپٹے ناک والی۔

اَلْخُنَّسْ۔ سیاروں کو کہتے ہیں جیسے زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد وغیرہ۔ الخنّس جمع ہے خَانِس اور اخنس و خنسآء کی۔

الخنسآء۔ نیل گائے کو بھی کہتے ہیں اور اس عورت کو بھی جس کی ناک چپٹی ہو۔ شیطان کو خنّاس اس لئے کہتے ہیں کہ ایک تو وہ پیچھے سے حملہ کرتا ہے یعنی چھپ کر حملہ کرتا ہے اور دوسرے یہ بار بار آکر حملہ کرتا ہے اور اس کا حملہ وساوس ہیں۔ خناس کا ایک ترجمہ "دبک رہنے والا" بھی ہے۔ یعنی یہ موقع کی تاک میں رہتا ہے اور جیسے ہی اسے موقع ملتا ہے یہ نتائج کی پروا کئے بغیر فوراً اپنا تیر چلاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا من شرّہٖ وکیدہٖ۔ اے اللہ! تو ہم کو اس کے شر اور مکر سے بچائے رکھ۔

حضرت خنساء کا جذبۂ ایثار

ایک بہت ہی مشہور شاعرہ بھی گذری ہیں، جن کا نام "الخنساء" مشہور تھا، ان کا اصل نام تُماضر بنت عمرو تھا۔ ان کے دو بھائی تھے، معاویہ اور صخر۔ معاویہ سگے بھائی تھے اور صخر سوتیلے لیکن انہیں اپنے سوتیلے بھائی صخر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہ دونوں ایک معرکے میں قتل ہو گئے جبکہ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ صخر کو مدینہ کے یہودیوں نے زہر بھری شراب پلادی جس سے وہ مرگیا، جب کہ معاویہ کا انتقال ایک لڑائی میں ہوا۔ خنساء پر ان کی موت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے پورا ایک دیوان مرثیے کے طور پر لکھا جو آج بھی موجود ہے۔

خنساء نے اسلام قبول کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی، گویا کہ آپ صحابیہ ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے قبل اپنے بھائیوں کی موت پر مرثیے کے طور پر دیوان لکھ دیا لیکن جب اسلام کی برکت اور حقیقت دل میں بیٹھی تو ۱۷ھ میں جنگ قادسیہ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں اور اپنے چاروں کے چاروں نوجوان بیٹوں کو جہاد پر راغب کیا اور شوق دلایا اور کہا:

"اِعلموا ان الدار الآخرة خیرٌ من الدار الفانیة اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون، فاذا رأیتم الحرب قد شمّرتْ عن ساقها وجلّلتْ ناراً علیٰ اوراقها فتیمّموا وطیسَها وَجالدوا رئیستها تظفروا بالغنم والکرامة فی دار الخلد والمقامة۔"

اے میرے بیٹو! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ آخرت کی زندگی

ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے اور آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے (سورۂ آل عمران کی آخری آیت پڑھ کر انہیں سُنائیں) "خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ" اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا میدان گرم ہے تو فوراً میدانِ جہاد میں کود پڑو اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرو۔ اور یہ جان لو کہ جب قیامت کا دن قائم ہو گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازیں گے۔

اور چاروں بیٹوں نے اپنی ماں کی اس نصیحت پر عمل کیا اور ایک ایک کر کے چاروں شہید ہو گئے۔ جب ان چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنی تو فرمایا: الحمد للہ الذی شرّفنی و اکرمنی باشہادھم جمیعاً فی سبیل اللہ ونصرۃ دینہ وارجوا من ربّی ان یجمعنی بھم فی مستقر الرحمۃ۔

"اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے نوازا، مشرف کیا ان سب کی شہادتوں سے جو اللہ کے راستہ میں دین کی مدد کرتے ہوئے ہوئی۔ اور میں اپنے رب سے یہ امید رکھتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے رحمت کے گھر میں ان سے ملا دے گا"

اور ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ اپنے ساتھیوں اور جاننے والیوں سے یہ کہتی تھی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی طرف سے یہ کہا جائے کہ چار شہیدوں کی ماں کو بلاؤ تو میں فخر و عزت کے ساتھ اپنے سر کو بلند کر کے کہوں کہ "میں وہ ماں ہوں جس نے اپنے نوجوان بیٹے اللہ کے راستہ میں قربان کئے"

وہ کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر مجھ پر واجب ہے، جس نے مجھے ان چار شہیدوں کی ماں بنایا، کہاں وہ خنساء کہ اپنے بھائیوں کی موت پر مرثیے پر مشتمل پورا دیوان لکھتی اور کہتی ہیں اور کہاں یہ صابرہ صالحہ خنساء جس نے اپنے جگر گوشوں کی شہادت کی خبر سن کر اگر کچھ کہا بھی تو الحمدللہ کہا۔

سوچیے! کہاں وہ خنساء کہ اپنے بھائیوں کی موت پر سینکڑوں اشعار والے مرثیے لکھے اور جو دیوان بنے اور کہاں یہ خنساء، یہ صابرہ و صالحہ خنساء کہ اپنے چار جگر گوشوں اور نوجوان بیٹوں کی شہادت پر نہ تو مرثیے لکھے نہ ہی نوحہ و بین کیا بلکہ صبر و احتساب کے ساتھ الحمدللہ کہا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ یہ وہ فرق تھا جو جاہلیت اور اسلام کا فرق تھا یہ وہ عظیم مائیں تھیں جن کی گود سے اور جن کی تربیت کی وجہ سے ان کے گھروں سے شہداء و مجاہدین اور غازی نکلا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا (الاعراف: ۵۸) اور جو پاک سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار (اگر نکلی بھی تو) بہت کم نکلتی ہے۔

ماں کی گود اولاد کا پہلا مدرسہ و اسکول ہے جہاں اولاد کی تربیت ہوتی ہے۔ اگر ماں صالحہ ہے، متقیہ ہے اور دیندار ہے تو اولاد کی تربیت بھی اسی نہج پر کرتی ہے۔

خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۲۴ھ میں ہوا۔

الجولان: جاری ہونا، بہنا، دوڑنا، تیز چلنا، مقصد و ارادہ کرنا۔

جری یجری ۔ جاریۃ ۔ جاری ۔ چلنے والی، چلنے والا اور اس کی جمع ہے جَواری ۔ جیسا کہ سورۂ رحمٰن آیت ۲۴ میں ہے : وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (اسی کے اختیار میں) اسی کے ہیں یہ چلنے والے جہاز جو سمندر میں اونچے اونچے پہاڑوں کی طرح ہیں ۔

اور سورۃ الشوریٰ آیت : ۳۲ میں ہے وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی وہ جہاز ہیں جو دریا میں چلتے ہیں جیسے پہاڑ ۔

اَلْکُنَّسُ ۔ مخصوص مقامات پر جا کر چھپ جاتے ہیں ۔

الکنّس ۔ یہ کَنَسَ یَکْنُسُ سے ہے اور کانِس، اکنس وکنساء کی جمع ہے، کَنَسَ یکنُسُ (ن) گھر میں گھس جانا، چھپ جانا، غائب ہو جانا، گھر میں جھاڑو دینا یعنی صفائی وغیرہ کرنا ۔ کَنَسَ یکنِسُ (ض) ہرن کا جائے پناہ میں داخل ہونا، چھپ جانا، پناہ کی جگہ میں چھپ جانا یا داخل ہونا ۔

یہاں خنّس وکنّس دونوں سے مراد وہ سیارے ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں اور چلتے ہیں اور پھر جا کر چھپتے ہیں ۔ جیسے ان سیاروں کا آگے پیچھے چلنا، کبھی ظاہر ہونا اور کبھی چھپ جانا وغیرہ یقینی ہے اور تم لوگ اس بات کی تصدیق کرتے ہو تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ وحیِ رب اور دعوتِ حق کی تکذیب کرتے ہو ۔

یہاں پر خُنّس وکنّس سے مراد سیّارے بھی ہو سکتے ہیں اور ستارے بھی اور یہ جو یہاں پر رات کی قسم اور دن کے نمودار ہونے کی قسم کھائی جا رہی ہے تو یہ حقیقت میں ردّ ہے اس عقیدے پر جو علمِ نجوم والوں نے گھڑ رکھا ہے اور وضع کیا ہوا ہے ۔ سورۃ الواقعہ آیت ۷۵ میں بھی

اسی طرف اشارہ ہے کہ: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ۔ ستاروں کے ڈوبنے اور اپنے اپنے مداروں میں جانے کی جھوں کی قسم۔

ستارے منحوس و مسعود نہیں

اس زمانے میں بھی بعض لوگوں بلکہ بہت بڑی اکثریت کا یہ عقیدہ تھا کہ بعض ستارے مسعود ہیں اور بعض منحوس۔ اور اسی طرح ان ستاروں و سیاروں کے طلوع و غروب اور ان کے گرنے و چڑھنے اور ان کے چلنے و چھپنے کے بارے میں بھی ان کے ہاں عجیب و غریب قسم کے اوہام اور عقائد تھے۔ اس وقت بھی تعویذ گنڈہ فروشوں اور نجومیوں و کاہنوں اور سفلی علوم اور جادو کرنے والوں کا خوب زور تھا بلکہ مدینہ میں تو یہود اس دھندے میں سب سے آگے تھے اور انہوں نے جگہ جگہ یہ مراکز قائم کئے ہوئے تھے۔

سورۂ شعراء میں فرمایا: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ۔

(الشعراء: ۲۲۱ تا ۲۲۳)

"(اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے) کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں (سنو) ایسے شخص پر اترا کرتے ہیں جو دروغ گو بڑے بدکردار ہوں اور جو شیاطین کی خبریں سننے کے لئے کان لگا دیتے ہیں اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں"

مراقبے میں جا کر سادہ لوحوں کو دھوکہ دینا اور اپنے آپ کو یوں بنا لینا کہ گویا کسی سے کچھ سُن رہا ہے یا ہدایات حاصل کر رہا

ہے۔ یلقون السّمع۔

مشہور تابعی قتادہ رحمہ اللہ نے سورۂ ملک کی آیت ۵ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنيا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ کی تفسیر میں فرمایا جو قتادہ رحمہ اللہ صحیح بخاری کتاب بدأ الخلق باب فی النجوم میں موجود ہے کہ خلق هٰذه النجوم لثلاثٍ جعلها زينةً للسّماء ورجوماً للشياطين وعلاماتٍ يهتدىٰ بها۔ فمن تاوّلَ فيها بغير ذلك أخطأ واضاع نصيبَه وتكلف مالا علم له به۔

اللہ تعالیٰ نے جو ستارے آسمان میں بنائے ہیں، ان کے بنانے کے تین مقاصد ہیں: ایک مقصد تو آسمان کی زینت ہے جس طرح سورۂ ملک میں فرمایا گیا لقد زينا السّمآء بمصابيح۔

دوسری چیز یہ کہ جو شیطان آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو ستاروں کے ذریعہ مارا جاتا ہے النجم الثاقب ——— اور تیسرا مقصد یہ ہے کہ ان ستاروں کے ذریعہ رات کو سفر کرنے والے اپنے منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں اور راستہ کی پہچان رہتی ہے اور جو شخص ستاروں کے بارے میں ان تین باتوں کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھے تو اس نے اپنے آپ کو اور اپنے دین کو ضائع کر دیا۔

مخلوق سے نفع و نقصان کی امید

یہ کاہن، نجومی اور تعویذ وغیرہ کرنے والے کچھ بھی نہیں کر سکتے اور اس طرح کوئی پتھر یا نگینہ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ فیروزہ اور دوسرے

پتھر کے پہننے سے یا اپنے پاس رکھنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مخلوق میں سے کسی بھی چیز سے نفع و نقصان کی امید و عقیدہ رکھنا شرک ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ ان باتوں کی دینِ اسلام میں کچھ اصل نہیں جو کچھ ہوتا ہے وہ باذنِ اللہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اتیٰ عرّافاً فسأله عن شیٍٔ فصدّقه لم تقبل له صلاته اربعین یوماً۔ (مسلم) ..... جو آدمی کسی نجومی یا کاہن کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے جائے اور پھر اس کے بیان پر یا اس کی کہی ہوئی بات پر یقین بھی کرلے تو اس آدمی کی چالیس دن تک کوئی بھی نماز قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں آپؐ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ نَهٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب و مهر البغی وحلوان الکاهن (متفق علیہ/ریاض الصالحین، باب النهی عن اتیان الکهان والمنجمین)

رسول اللہؐ نے کتے کی قیمت، طوائف کی اجرت اور کاہن کی مٹھائی (نیاز وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔

کتے کی قیمت یعنی کتے کو بیچ کر جو قیمت لیتے ہو وہ حرام ہے اور غلط طریقہ سے اور موسیقی اور اس پر منحصر کمائی سے منع کیا ہے اور اسی طرح کاہن نجومی کو جو چیز دی گئی ہو اس کے کھانے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز ان کو ملتی ہے اس مناسبت سے اس کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

روز و شب کے تغیر ہیں سامانِ عبرت۔

وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۔ اور رات کی قسم جب وہ پھیل جائے ۔
عَسَّ عَسٌّ ۔ تاریک ہو جانا، پھیل جانا۔ اسی سے ہے عَسْعَسَ
اور یہ رباعی ہے اور اس میں مبالغہ بھی ہے ۔
وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۔ اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہو (ظاہر ہو)
تَنَفَّسَ یہ نَفَسٌ سے ہے، سانس لینا ۔
اس سے مراد صبح کی روشنی اور دن کا نمودار ہونا ہے ۔
جس طرح سے چاند، سورج اور سیارے و ستارے نمودار ہوتے ہیں
طلوع ہوتے ہیں پھر غروب ہوتے ہیں، کبھی تیز چلتے ہیں، کبھی اپنے
اپنے ٹھکانوں اور اصل جگہ پر واپس آجاتے ہیں، اسی طرح سے اے
انسانو! تم بھی دنیا کی زندگی میں نمودار ہوتے ہو اور آخر میں اپنے ٹھکانے
زمین میں چلے جاتے ہو یعنی موت کے بعد قبر میں چلے جاتے ہو۔
جس طرح صبح کا اجالا نمودار ہوتا ہے اور رات کی تاریکی پھیلتی ہے، اپنی
زندگی میں تم بھی کئی مراحل سے گذرتے ہو" لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔
(انشقاق: ۱۹) تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت
پر پہنچنا ہے ۔
اس کائنات کی ہر چیز کی تبدیلی تمہیں غور و فکر کی دعوت
دیتی ہے ۔ اور رجوع الی اللہ کی تلقین کرتی ہے ۔

رسول کریم سے مراد

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۔ بیشک یہ قرآن ایک پیغمبر کا لایا ہوا ہے
یہ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وہ جملہ ہے اور وہ بات ہے جس کی وجہ سے

اور جس کے لئے فَلَآ اُقْسِمُ سے قسمیں کھائی جارہی تھیں گویا کہ یہ جوابِ قسم ہے۔
رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ سے مراد یہاں جبرئیل علیہ السلام ہیں کیوں کہ اگلی آیات میں جو اوصاف بیان ہو رہے ہیں وہ انہی جبرئیل امین علیہ السلام کے ہیں جن کا کام ہی یہی ہے کہ اللہ کا پیغام زمین پر لائیں۔ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ۔ یہ صاحب قوۃ ہیں اور عرش والے کے ہاں مرتبہ پانے والے ہیں
ذِیْ بمعنیٰ صاحب ہے فُلَانٌ ذُوْمَالٍ (فلاں شخص مالدار ہے)
ای صَاحِبُ المَال ——— سورۂ نجم آیت: ۵ اور ۷ میں انہی جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا شَدِیْدُ القُویٰ ذُومِرَّۃٍ جو بڑا طاقتور ہے، پیدائشی طاقتور ہے۔

چوں کہ وحی کو معمولی فرشتہ نہیں اٹھا سکتا، اس کو (وحی الٰہی کے بوجھ کو) اٹھانے کے لئے طاقتور فرشتہ ہی چاہیئے تھا اس لئے جبرئیلؑ جیسے طاقتور فرشتے کا انتخاب کیا گیا کہ وحی جیسی بھاری چیز کو لے کر آسمان سے زمین پر اللہ کے رسول اور پیغمبر کو یہ پیغام پہنچادیں۔

مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ۔
ان کی بات مانی جاتی ہے اور یہ اس کے ساتھ ساتھ امین بھی ہیں
مُطَاعٍ اس لحاظ سے ہیں کہ جو فرشتے ان کی ماتحتی میں ہیں وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں اور نافرمانی نہیں کرتے۔

ثَمَّ کے معنیٰ

ثَمَّ اور ثُمَّ۔ ثُمَّ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے بمعنیٰ پھر اور ثَمَّ کسی صفت سے پہلے اس پر خاص زور دینے کے لئے بھی آتا

ہے، جیسے سورۂ شعراء آیت: ۶۴ میں ارشاد ہے وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ۔ اور ہم وہیں لائے دوسروں کو بھی۔ یعنی جس راستے سے اور جہاں ہم نے بنی اسرائیل کو نجات دی اُسی جگہ فرعونیوں کو غرق کرنے کیلئے بھی لائے۔ یہاں پر ثَمَّ وہاں یا وہیں کے معنیٰ میں ہے۔ اور جیسے سورۂ دہر آیت: ۲۰ میں ہے وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا۔ جہاں دیکھو گے وہاں پر عظیم نعمت اور عظیم بادشاہی ہی دیکھو گے۔

تو جہاں وہ مُطاع ہیں وہیں ثَمَّ اَمِیْن یعنی امین بھی ہیں۔ یہاں پر جبرئیل علیہ السلام کی صفتِ امانت خاص طور پر ذکر کرنا مقصود ہے۔ اس صفت کو خاص طور پر اس لئے بھی بیان فرمایا تاکہ یہ شک و شبہ نہ رہے کہ وحی کو لانے والا غیر امین ہے یا اس کی امانت میں کوئی شک و شبہ ہے بلکہ وہ نہایت ہی امین ہے۔

کفارِ مکّہ کے ایک الزام کی تردید

وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ۔ اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوں کہ شاعر و دیوانہ ہونے کے الزامات لگے تھے، یہاں ان کی تردید ہے کہ یہ تمہارے ساتھی دیوانگی سے پاک ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے۔ صَاحِبُکُمْ کے لفظ سے اعتراض کرنے والوں کو اور خاص طور پر مکہ کے رہنے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ وہ ہیں جو تمہارے درمیان پیدا ہوتے ہیں اور تمہارے ہی ہاں پلے اور جوان ہوئے، جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قرآن میں یہ بات موجود ہے:

قَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ (یونس: ۱۷) اس سے پہلے بھی تو میں نے عمر کا ایک بڑا حصہ تمہارے درمیان گذارا۔

پھر یہ کوئی اجنبی نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی دوسری مخلوق ہیں، اسی مکہ کے باسی ہیں اور تم ان کو اچھی طرح سے جانتے ہو۔ تمہارا ساتھی ہے، دوست ہے، صاحب ہے اور دیوانہ نہیں ہے۔ پھر کیا ہے کہ تم حق کو نہیں مانتے؟۔

حضورؐ کو حضرت جبرئیل کا دیدار

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ۔ اور انہوں نے اس فرشتے کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی حالت وہیئت یعنی اصلی شکل میں دو بار دیکھا۔

ایک بار کا ذکر تو یہاں ہے اور دوسری بار کا ذکر سورۂ نجم کی آیت ۱۳، ۱۴ میں ہے وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ۔ اور انہوں نے (پیغمبرؐ نے) اس فرشتے کو ایک اور دفعہ بھی (اصلی صورت میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

سدرۃ المنتہیٰ یہ ایک درخت ہے جو ساتویں آسمان سے اوپر تک پھیلا ہوا ہے اور اس کی جڑیں چھٹے آسمان پر ہیں۔ یہ بیری کا ایک درخت ہے اور اس کے پتے ساتویں آسمان سے بھی اوپر تک گئے ہیں۔ یہ حد ہے پیغام لیجانیوالوں کے لئے اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کی۔ رسولؐ سدرۃ المنتہیٰ تک گئے اور اس سے آگے بھی گئے جہاں تک اللہ تعالیٰ

نے چاہا ——— صحیح مسلم، کتاب الایمان کے باب باب معنیٰ قول اللہ عزوجل: وَلقد رآہ نزلۃً اُخریٰ وھل رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء کے عنوان میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ولقد رآہ نزلۃً اُخریٰ (۵۳/النجم/الآیۃ: ۱۳] قال: رأیٰ جبریل۔

اور انہوں نے اس فرشتے کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا (۵۳/النجم آیت ۱۳) وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا۔

حضورؐ اور علمِ غیب

عن مسروقؓ: قال کنتُ مُتّکئاً عِند عائشۃَ۔ فقالت: یا اباعائشۃَ ثلثٌ مَنْ تکلّم بواحدۃٍ منھن فقد اعظم علی اللہ الفریۃَ، قلتُ: مَا ھُنَّ؟ قالت: من زعمَ ان محمّداً صلی اللہ علیہ وسلم رأیٰ ربّہ فقد اعظم علی اللہ الفریۃَ۔ قال وکنتُ متکئاً فجلستُ۔ فقلتُ: یا امّ المؤمنین! انظرینی ولا تعجلینی۔ الم یقلِ اللہ عزوجل، ولقد رآہ بالافق المبین [۸۱/التکویر/الآیۃ: ۲۳] ولقد رآہ نزلۃً اخریٰ [۵۳/النجم/الآیۃ: ۱۳] فقالت: انا اول ھٰذہ الامّۃ سأل عن ذٰلک رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالَ انما ھو جبریل لم أرَہ علیٰ صورتہ التی خُلِق علیھا غیر ھاتَین المرّتین۔ رأیتُہ مُنھبطاً من السماء۔ سادّاً عِظَمُ خَلقِہٖ ما بین السماء الی الارض فقالت: أولم تسمع ان اللہ یقول: لا تدرکہ الابصار وھو

يُدرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ [۶/الانعام/الآية:۱۰۳] أَوَلَمْ تَسْمَعْ ان اللہ یقول: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْياً اَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيمٌ [۴۲/الشوریٰ/الآية ۵۱] قالت: ومن زعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كَتَمَ شَيْئاً من كتاب اللہ فقد اعظم على اللہ الفريةَ۔ وَاللّٰهُ يقولُ: يا ايها الرسُول بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اليك من رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فما بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ [۵/المائدہ/الآية: ۶۷] قالتْ: وَمَنْ زَعَمَ انّه يُخْبِرُ بما يكونُ فى غدٍ فقد اعظم على اللہِ الفريةَ۔ وَاللہ يقول: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ [۲۷/النمل/الآية: ۶۵]۔

ترجمہ: ——— مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا تو عائشہؓ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! اگر کوئی شخص تین باتیں کہے گا تو وہ اللہ پر بہتان اور جھوٹ باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون کون سی ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا اس نے اللہ پر بہتان اور جھوٹ باندھا۔ آپ (مسروقؒ) نے کہا کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا سیدھے بیٹھ گیا اور بولا آپؓ ذرا ٹھہر جائیے، جلدی مت کیجئے۔ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِينِ [التکویر: ۲۳] وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى [النجم ۱۳] تو آپؓ نے جواب دیا، میں اس امت کی پہلی فرد ہوں جس نے یہی سوال رسولؐ سے کیا تھا تو آپؐ نے جواب دیا تھا یہ تو جبریلؑ کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں نے سوائے دو مرتبہ کے جبریلؑ کو انکی اصلی صورت

میں جس میں کہ وہ پیدا کئے گئے، نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ہیئت کے ساتھ آسمان سے اتر رہے ہیں اور انہوں نے پورے آسمان و زمین کو چھپالیا اور وہ اس کے سامنے آ گئے۔ اور ساتھ یہ فرماتی ہیں رضی اللہ عنہا کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ کہتا ہے: اللہ وہ ہے جس کو دیکھنے والی آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور وہ سب کو دیکھ سکتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے (الانعام/۱۰۳) کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ کسی بھی بشر کے ساتھ بات نہیں کرتا سوائے وحی کے ذریعہ، پردے کے پیچھے سے یا پیغمبر کے ذریعہ اور وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے اور وہ بڑا عالیشان ہے اور بڑی حکمت والا ہے (الشوریٰ: ۵۱) اور فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ کے رسولؐ نے کوئی چیز چھپائی اللہ کی کتاب میں سے پس اس نے بھی اللہ پر بہت بڑا بہتان اور جھوٹ باندھا۔ اور اللہ کہتا ہے کہ اے رسولؐ جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (ترجمۂ المائدہ/ ۶۷) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ رسولؐ کل کی خبر جانتے تھے تو اس نے بھی اللہ پر بہتان اور جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نمل کی آیت ۶۵ میں فرمایا ہے: آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین (یعنی عالم) میں موجود ہیں (ان میں سے) کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔

اور وہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

جو وحی اور جو احکامات ان پر نازل ہوتے ہیں، وہ بلا کسی مصلحت اور پس و پیش کے تمہیں بتا دیتے ہیں اور کوئی بھی بات چھپاتے نہیں ہیں

ضنین یہ صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔ ضَنَّ یَضِنُّ ضَنًّا سے۔ بخل کرنا۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔

اور یہ شیطانِ مردود کا قول نہیں ہے۔

اس سے پہلے گذرا کہ انّہ لقولُ رسولٍ کریمٍ اب یہ جملہ اور یہ آیت بھی اس سے ملالیں کہ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔

کلام پاک جو وحی کی صورت میں نازل ہوتا ہے یہ امین فرشتے کے ذریعہ نازل کیا جاتا ہے اور یہ کسی شیطان کا کلام نہیں ہے۔

شیطان کے کلام سے مراد چونکہ شیطان اپنے انسانی چیلوں یعنی نجومیوں، کاہنوں اور تعویذ فروشوں وغیرہ کو آکر جھوٹ و سچ بتایا کرتا تھا لہٰذا اس آیت میں اسی کلامِ مردود کی طرف اشارہ ہے۔

پھر تم کہاں جا رہے ہو؟

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ؟ پس تم کہاں جا رہے ہو؟

انکار کرنے والوں اور حق و خیر سے منہ پھیرنے والوں پر تعجب ہے اور ان سے براہِ راست خطاب ہے کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

یہ تمام باتیں سننے اور پڑھنے اور جاننے کے بعد بھی تم حق سے انکار کرتے ہو، منہ پھیرتے ہو، رسالت کا انکار کرتے ہو، قرآن کی تکذیب کرتے ہو، تم پر حیرت ہے فاین تذھبون۔ تو پھر تم کہاں جا رہے ہو جبکہ

حق تم پر واضح ہوگیا ہے، پھر بھی اسے اپنانے کے لئے تیار نہیں جب کہ حجت تم پر قائم ہوچکی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ۔
یہ تو تمام عالموں کے لئے نصیحت ہے، یاد دہانی ہے اس کے لئے جو تم سے سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہے۔

قرآن پاک کی عظمت و صداقت کا بیان ابھی جاری ہے اسلئے فرمایا کہ یاد دہانی و نصیحت کی شکل میں ہم نے تمام انسانوں کے لئے ایک کتاب بھیج دی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ یہ حق ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے اور یہی نجات والا راستہ ہے۔ اَب تم میں سے جو چاہے سو اس راہِ مستقیم کو اختیار کرے اور جو چاہے سو کفر کرے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت کو کسی پر مسلط نہیں کرتے اور نہ ہی جبراً کسی کے دل میں اپنا کلام اتارتے ہیں۔ ہدایت تو اس کو ملتی ہے جو خود بھی اس کا طالب ہو اور اس کے لئے جستجو و جدوجہد بھی کرے وہ سیدھے راستہ پر چلنا چاہتا ہے اس کے لئے قرآن پاک کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ لمن شاء منکم ان یستقیم۔ گویا کہ اگر خود انسان کا ارادہ خیر و بھلائی کے قبول کرنے کا نہ ہو تو دوسروں کی وعظ و نصیحت اور یاد دہانی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

استقامت:

اس آیت میں استقامت کی طرف بھی ہلکا سا اشارہ موجود ہے قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے استقامت کی بھی ضرورت ہے۔ قرآن پاک کو اس حیثیت سے سمجھنا کہ واقعی وہ نصیحت ہے، یاد دہانی ہے اور

نصیحت کو حاصل کرنا ہے، ایسا وہی کر سکتے ہیں جو استقامت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ جو صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں انہیں وقتی فائدہ تو ہو جاتا ہے لیکن پھر شیطان کے جال میں وہ پھنس جاتے ہیں اور پھر بجائے رحمٰن کی بندگی کے شیطان کی بندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور قرآن پاک کو سمجھنا چاہتے ہو تو استقامت کو اپنائے رکھو کہ استقامت وہ عظیم چیز ہے جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ کہہ کر دیا ہے: فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (ھود: ۱۱۲) استقامت اختیار کرو جیسا کہ تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔

اور تم نہیں چاہو گے مگر جب اللہ چاہے جو سارے عالموں کا رب ہے۔

یہ توحید خالص کا بیان ہے کہ تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے یا مخلوق کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

ابوداؤد کی ایک صحیح حدیث میں جس کے راوی حضرت حذیفہؓ ہیں، آپؐ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ لا تقولوا ما شاء اللہ و شاء فلان ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان (کتاب الادب باب لا یقال نفسی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے نہ کہو کہ اللہ نے چاہا تو فلاں شخص نے چاہا بلکہ یوں کہو اللہ نے چاہا تو اس کے بعد فلاں شخص نے اگر چاہا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں جسے امام احمد بن حنبل، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے اور جسے امام بخاری

الادب المفرد میں بھی لائے، آپؐ کے بارے میں ہے کہ قال لہ رجل ماشاء اللہ وشئت قال اجعلتنی للہ ندا؟ بل ماشاء اللہ وحدہٗ

اور جب ایک شخص نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو کچھ اللہ چاہے اور جو کچھ آپؐ چاہے تو (آپؐ کو اتنا غصہ آگیا کہ غصہ کے لہجہ میں) فرمایا کیا تم مجھے اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہو بلکہ یوں بولو کہ "جو کچھ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک چاہے"۔

کائنات کی ساری مخلوق بھی... بلکہ آپ کے لئے نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان بلکہ ہوتا وہی ہے جو اللہ جل شانہ چاہتا ہے اور جس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ——————

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین